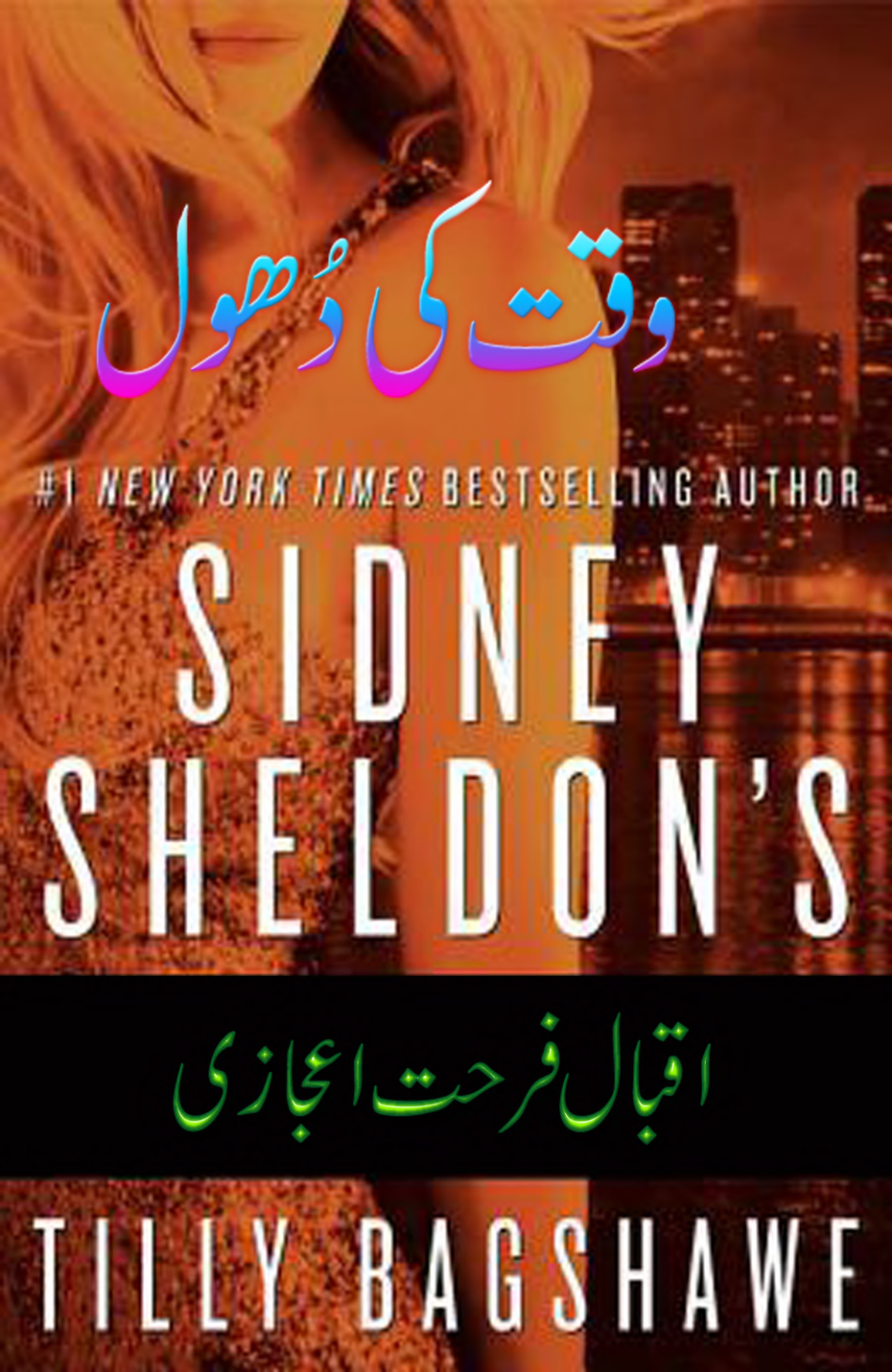
وقت کی دُھول
#1 NEW YORK TIMES BESTSELLING AUTHOR
SIDNEY SHELDON'S
اقبال فرحت اعجازی
TILLY BAGSHAWE

اقبال فرحت اعجاز

وحشت کی منزل

☆☆ مارٹین ایڈونچر کے لیے سڈنی شیلڈن کا ایک خوبصورت ناول ☆☆

...ظر کہانی ... کہانی نہیں، ایک حقیقت ہے-ایک ایسی تاریخی حقیقت جس کو جھٹلانا ناممکنات میں سے ہے-

...ین خوابوں، رومانی داستانوں، خوبصورت مرغزاروں اور غزالی آنکھوں والی سرخ وسپید دوشیزاؤں کا ملک اسپین تاریخ کی طویل ترین خانہ جنگی کا شکار ہے-شاید یہ ثمرہ ہے اس ظلم و بربریت کا جو اسپین کے مسلم فاتحین کے ساتھ روا رکھا گیا اور عام مسلمانوں کو تلوار کے بل بوتے پر عیسائی بنایا گیا-آج اسپین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلے جایئے-آپ کو مسلمانوں کی تعمیر کردہ مساجد ملیں گی-محلات، مکانات اور مقبرے نظر آئیں گے-ایسی تفریح گاہیں اور چراگاہیں دکھائی دیں گی جو پکار کر کہہ رہی ہوں گی کہ ہمارے خالق مسلمان تھے لیکن پورے ملک میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ملے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو البتہ متعدد ایسے خاندان ضرور مل جائیں گے جن کے افراد نفرت اور تحقیر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤاجداد مسلمان ہوا کرتے تھے-

چھوٹی موٹی خانہ جنگیوں سے قطع نظر، جو اسلامی حکومت ختم ہوتے ہی شروع ہوگئی تھیں، سب سے بڑے اور کبھی ختم نہ ہونے والی خانہ جنگی کی ابتدا ۱۹۳۶ء سے ہوتی ہے-حکومت اور طاقت کی حصول کے لیے جمہوریت پسندوں اور قوم پرستوں کے درمیان جو جنگ چھڑی، اس کے نتیجے میں صرف فروری سے جون تک کے درمیان پانچ لاکھ سے زیادہ افراد موت کے گھاٹ اتار دیے گئے جن میں وہ دوسو بہتر سیاسی رہنماؤں کے قتل شامل نہیں ہیں جن کے پورے پورے خاندانوں کو گولیوں سے بھون ڈالا گیا-اس فہرست میں ان ایک سو ساٹھ گرجا گھروں کو بھی شامل نہیں کیا گیا ہے-جو اس طرح جلا کر خاکستر کردیے گئے کہ ان کے وجود تک کا احساس نہیں ہوتا-راہباؤں کو ان کی خانقاہوں سے جنہیں کانونٹ کہتے ہیں، زبردستی نکال کر جیلوں میں ٹھونس دیا گیا-اس دور کا مشہور مورخ ڈک ڈی سینٹ سائمن اس خانہ جنگی کے نتیجے میں راہباؤں پر ہونے والے مظالم کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''ان بیچاریوں کو کانونٹس سے اس جھوٹے الزام کے تحت نکالا گیا کہ وہ طوائفیں ہیں، جنہوں نے ملک میں جگہ جگہ جسم فروشی کے اڈے قائم کررکھے ہیں-اخبارات کے دفاتر میں تالے لگادیے گئے-اسپین کے چپے چپے پر ہڑتالیں شروع ہوگئیں-فسادات کی ایسی گھماگھمی ہوئی کہ مرنے والا نہیں جانتا تھا کہ اسے کیوں مارا گیا ہے اور مارنے والے کو یہ علم نہیں تھا کہ اس نے کس کو کس جرم میں قتل کیا ہے-'' قوم پرست فرانکو کی قیادت میں بالآخر ۱۹۳۶ء میں شروع ہونے والی خانہ جنگی ۱۹۳۹ء میں اختتام کو پہنچی لیکن ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ حریت پسندوں کے نام سے ایک نئی تنظیم ابھری، جس نے فرانکو کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرکے گوریلا جنگ شروع کردی-قوم پرستوں کے خلاف حریت پسندوں کی یہ جنگ آج بھی جاری ہے اور اس میں دونوں اطراف سے بے دردی کے ساتھ بموں اور توپوں کو استعمال کیا جارہا ہے-پورے ملک میں قتل وغارت گری عام ہے-حریت پسند بینکوں کو لوٹ رہے ہیں تاکہ جنگ جاری رکھنے کے لیے ہتھیار خرید سکیں-قوم پرست حکومت اپنی بقا کے لیے ہر اس شخص کو جس پر حریت پسندوں سے متفق ہونے کا شبہ ہوتا ہے ایسی جیلوں میں ٹھونس دیتی ہے، جہاں شقاوت و بربریت کے سارے حربے آزمائے جاتے ہیں-دوسری طرف حریت پسند، قوم پرستوں کو چن چن کر اپنی گولیوں کا نشانہ بنا رہے ہیں-نہ کسی کی زندگی محفوظ ہے، نہ عزت وآبرو-

۱۹۸۶ء میں، حریت پسندوں نے بارسلونا میں برسرعام اسپین کے جھنڈے کو نذر آتش کیا اور پامپلونا میں ہزاروں بے گناہ افراد فائرنگ کے اس

URDUMUTRAJUMGROUP

تبادلے میں ہلاک ہوئے جو پولیس اور حریت پسندوں کے درمیان ہوئی۔ پھر اسپین کا ایک شہر بھی ایسا باقی نہیں بچا۔ جہاں قوم پرستوں اور حریت پسندوں کے درمیان جھڑپیں نہ ہوئی ہوں۔ پولیس اور ملٹری نے ہر اس گھر، دکان اور عبادت گاہ کو اپنی گولیوں سے بھون ڈالا جس کے بارے میں اسے شبہ تھا کہ وہاں حریت پسند چھپے ہوئے ہیں۔

آج کا اسپین دو نظریوں میں گھرا ہوا ہے۔ قوم پرست اپنی حکومت کی بقا کی خاطر حریت پسندوں کو کچلنے میں مصروف ہیں جب کہ حریت پسند کم ہونے کے بجائے روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں۔ جنگ جاری ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب تک جاری رہے گی۔ البتہ ایک بات سب جانتے ہیں کہ جنگ ختم ہو گئی تب بھی ختم نہیں ہوگی اور کسی نہ کسی شکل میں جلد ہی دوبارہ شروع ہو جائے گی۔ مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام کا خون اسی طرح رنگ لاتا رہے گا۔

زیر نظر کہانی جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا صرف کہانی نہیں، بلکہ ایسی تاریخی حقیقت ہے جسے کوئی شخص جھٹلانے کی جرات نہیں کر سکتا کرداروں کے نام فرضی ہیں لیکن کردار، مقامات اور واقعات بڑی حد تک حقیقی ہیں۔

ایک ایسی تاریخی حقیقت جسے کوئی شخص جھٹلانے کی جرات نہیں کر سکتا

''اگر منصوبے میں ذرہ برابر بھی خامی رہ گئی تو ہم سب کتے کی موت مارے جائیں گے۔'' حریت پسندوں کے لیڈر جیمی مائیرو نے سوچا اور ایک بار پھر وہ دل ہی دل میں اپنے منصوبے کو جانچنے، پرکھنے اور اس کی خامیوں کو تلاش کرنے میں مصروف ہو گیا۔

نہیں، منصوبے میں کوئی کمی، خامی یا کمزوری نہیں تھی۔ صرف ہمت اور جرات کو بروئے کار لا کر، بڑی ہوشیاری سے منصوبے کو منٹوں سیکنڈوں میں انجام دینا تھا۔ منصوبے کی کامیابی کا مطلب تھا کہ دنیا بھر میں اپنے خیالات، نظریات اور مطالبات کی بھرپور اشاعت جب کہ ناکامی کی صورت میں.....

''ناکامی کے بارے میں سوچنے اور پریشان ہونے کا وقت گزر چکا ہے۔'' جیمی مائیرو نے اپنے آپ کو یقین دلایا۔ ''یہ کچھ کر گزرنے کا وقت ہے۔ ہمیں ہر حال میں عملی قدم اٹھانا ہے۔''

جیمی مائیرو اسپین کے حریت پسندوں کا لیڈر اور قوم پرستوں کی حکومت کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ قد چھ فٹ، توانا جسم، دانش مند چہرہ اور بڑی بڑی سیاہ آنکھیں۔ چشم دید گواہ اسے اس کی جسامت سے زیادہ جسیم، طاقتور سے زیادہ طاقتور اور خوفناک سے زیادہ خوفناک بتایا کرتے تھے۔ وہ ایک ایسا عجیب وغریب انسان تھا۔ جس کے بارے میں بے شمار متضاد بیانات تھے۔ البتہ ایک بات پر سب متفق تھے کہ اپنے عقائد و نظریات کی خاطر وہ ہمہ وقت اپنی جان کو ہتھیلی پر لیے پھرتا ہے اور مرنے سے بالکل نہیں ڈرتا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب پاملونا کا پورا شہر، وہاں منعقد ہونے والی سالانہ بل فائٹنگ کی وجہ سے دیوانہ ہو چکا تھا۔ دنیا بھر سے تیس ہزار سے زیادہ تماشائی پاملونا پہنچ چکے تھے اور آنے والی ہر پرواز ہر ٹرین اور ہر بس مسلسل بل فائٹنگ کے شوقین افراد کو وہاں لے کر آ رہی تھی۔ تماشائیوں میں ایسے افراد کی اکثریت تھی جو اپنی آنکھوں سے انسانوں اور بھینسوں کے درمیان ہونے والی لڑائی کا مظاہرہ دیکھنا چاہتے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے۔ جو اس میں عملی حصہ لے کر مردانگی کا ثبوت دینے کے خواہش مند تھے اور کچھ وہ لوگ تھے، جو عملی حصہ تو لینا نہیں چاہتے تھے، تاہم ان کی خواہش تھی کہ جب خوں خوار جانوروں کو شہر کی بڑی سڑک سے اسٹیڈیم کی جانب ہنکالا جائے تو وہ ان کے آگے آگے بھاگیں۔

ہوٹلوں کے کمرے ہفتوں پہلے بک ہو چکے تھے، مقامی افراد نے اپنے گھروں کے کمرے منہ مانگے کرائے پر آنے والے غیر ملکیوں کے لیے خالی کر دیے تھے، اسکولوں اور کالجوں کو عارضی طور پر ہوٹلوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات کی ڈیوٹی لگا دی گئی تھی کہ مقامی پولیس کے ساتھ تعاون کر کے وہ شہر میں امن و امان کا کوئی مسئلہ پیدا نہ ہونے دیں۔ ہر چوراہے، سہ راہے، دوراہے، یہاں تک کہ ہر سڑک اور ہر گلی کے موڑ پر طلبہ و طالبات نے بڑی خوش اسلوبی سے ٹریفک کا انتظام سنبھال لیا تھا۔

شام کو بل فائٹنگ کا پہلا دور ہونا تھا جب کہ فائٹ کرنے والے خوفناک اور خوں خوار جانوروں کو صبح کے وقت شہر کی بڑی سڑک سے ہنکال کر اس مقام تک پہنچانا تھا۔ جہاں سے انہیں شام کو اسٹیڈیم میں آسانی سے منتقل کیا جا سکے۔ بل فائٹنگ کی طرح جانوروں کو ہنکا لے جانے کا منظر بھی قابل دید ہوتا تھا۔ ساری سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر دی جاتیں تاکہ جانور دوسری طرف کا رخ نہ کر سکیں۔ بڑی سڑک پر جدھر سے جانور گزرتے تھے، فٹ پاتھوں پر فولادی کھانچے لگا دیے جاتے کہ تماشائی

URDUMUTRAJUMGROUP

فٹ پاتھ پر محفوظ رہ کر ساری کارروائی سے لطف اندوز ہو سکیں- پھر بڑی بڑی شور مچاتی ہوئی گاڑیوں کے جلو میں جانوروں کو ہنکال دیا جاتا- بپھرے ہوئے جانور بھاگتے اور ان کے آگے آگے من چلے نوجوان چیختے چلاتے اور انہیں اپنے اوپر حملہ آور ہونے کی دعوت دیتے ہوتے دوڑتے- اگر کوئی نوجوان کسی بھینسے کے سینگوں یا ٹاپوں کی زد میں آ جاتا تو یونیورسٹی کے طلبہ فوری طور پر اس کی مدد کے لیے پہنچ جاتے اور زخمی نوجوان کو ہاتھوں ہاتھ ایمبولینس میں ڈال کر اسپتال پہنچا دیتے-

ٹھیک پونے چھ بجے صبح کو اسکولوں اور کالجوں کے زرق برق لباس والے بینڈ، بڑی سڑک سے گزرنا شروع ہوئے، جن میں طلبہ و طالبات نے جمناسٹک کے کمالات دکھائے اور اکثر مقامات پر دل موہ لینے والے ناچ کا مظاہرہ بھی کیا- سات بجے توپ کے ذریعے گولا پھینک کر اعلان کیا گیا کہ دروازے کھولے جا رہے ہیں، اس لیے عوام سڑک کو جانوروں کے لیے خالی کر دیں- پانچ منٹ بعد گولا چھوڑا گیا کہ دروازے کھولے جا چکے ہیں- دو منٹ بعد تیسرے اور آخری گولے کی آواز آئی کہ جانوروں کو اسٹیڈیم کی جانب ہنکالے جانے کا عمل شروع ہو چکا ہے-

سڑکیں دوسرے ہی گولے پر سنسان ہو چکی تھیں، سڑک کے فٹ پاتھ لوگوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے- کہیں بھی تل دھرنے تک کی جگہ نہیں تھی- من چلے نوجوان جو جانوروں کو للکار کر ان کے آگے دوڑنا چاہتے تھے- فولادی کھانچوں سے باہر نکل کر جانوروں کی آمد کے منتظر تھے-

کھانچوں کے پیچھے، فٹ پاتھ پر ایک چھوٹا سا بچہ اپنے بوڑھے دادا کے کندھوں پر بیٹھا بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ اس دلچسپ منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا- تاہم اسے تھوڑا سا ڈر بھی لگ رہا تھا-

''ان لڑکوں کی طرف دیکھو-'' دادا کہہ رہا تھا- ''یہ جانوروں کے آگے دوڑیں گے- ارے ان میں تو ایک لڑکی بھی ہے-''

''دادا-'' لڑکا سرگوشی میں کہہ رہا تھا- ''مجھے ڈر لگ رہا ہے-''

''ارے- اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟ تم تو یار بس یونہی ہو- تم سے تو اچھی لڑکیاں ہیں-''

''ڈر تو لگ رہا ہے، پر مزہ بھی بہت آ رہا ہے-''

''مزا آنا بھی چاہیے-'' بوڑھے دادا کا جواب تھا- ''جب میں جوان تھا تو اس وقت میں بھی جانوروں کے آگے آگے دوڑتا تھا- اس سے زیادہ مزے کی بات کوئی تھی ہی نہیں- اس طرح ہم اپنی مردانگی کو موت کے خلاف آزماتے ہیں-''

جانوروں کی ٹاپوں کی آوازیں، جن میں گاڑیوں کے شور، جانوروں کے آگے بھاگنے والوں کے نعروں اور فٹ پاتھ پر کھڑے ہوئے لوگوں کی شاباش کی آواز بھی شامل تھیں سنائی دیں- بچہ دادا کی گردن سے لپٹ گیا- اس کا ننھا سا دل خوف اور مسرت کے باعث زور زور سے دھڑک رہا تھا-

اچانک ایک طرف سے سڑک پر سرخ رنگ کا ایک ٹرک نمودار ہوا- اس سے چند افراد باہر نکلے- جنہوں نے فٹ پاتھ پر لگے ہوئے کئی کھانچوں کو ہٹا کر بڑی سڑک کو اس طرح بند کر دیا کہ وہ چھوٹی سڑک جو جیل کی طرف جاتی تھی- آمد و رفت کے لیے کھل گئی- اس سے پہلے کہ یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات صورت حال کو سمجھ کر کوئی دوسرا ہنگامی انتظام کرتے، بپھرے ہوئے جانور، جن میں تین بیل اور چھ بھینسے شامل تھے- نتھنوں سے بری طرح دھواں چھوڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور آگے راستہ مسدود پا کر دوسری سڑک پر جانے کے لیے فٹ پاتھ پر چڑھ گئے-

......☆☆☆......

پامپلونا کی جیل میں رائفل بردار محافظ پادری کی رہنمائی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا- ''یہاں کے انتظامات ایسے ہیں فادر! کہ پرندہ تک پر نہیں مار سکتا-''

وہ پادری کو ایک ایسے مقام تک لے گیا- جہاں دھات کا ایک ڈیٹیکٹر نصب تھا- ایسے ڈیٹیکٹر اب ہوائی اڈوں پر عام ہیں-

''مجھے افسوس ہے فادر-'' محافظ نے کہا- ''لیکن قانون کا احترام ہم سب کا فرض ہے-''

''درست ہے، میرے بیٹے'' پادری نے جواب دیا اور اس حصے سے گزرا- جہاں ڈیٹیکٹر تھا- ڈیٹیکٹر سے سائرن کی ایک تیز چیختی ہوئی آواز نکلی- محافظ نے فوراً پادری پر رائفل تان لی-

پادری پلٹ کر مسکرایا- ''غلطی میری ہے-'' اس نے کہا اور گلے میں پڑی ہوئی بڑی صلیب، جس کی زنجیر چاندی کی تھی، اتار کر محافظ کے حوالے کر دی- اس مرتبہ جب وہ ڈیٹیکٹر سے گزرا تو مشین پر سکون رہی- محافظ نے دوسری جانب جا کر پادری کی صلیب واپس کر دی اور معذرت خواہانہ انداز میں بولا- ''معافی چاہتا ہوں، فادر-''

آگے کی سمت قدم بڑھاتے ہوئے اس کا موڈ فلسفیانہ ہو گیا- سر کو ہلاتے ہوئے بولا- ''میں تو فادر یہ سمجھتا ہوں کہ آپ یہاں محض اپنا قیمتی وقت برباد کرنے آئے ہیں- یہ وحشی ایسی روحیں ہی نہیں رکھتے، جن کی مغفرت اور نجات، کے لیے دعا کی جائے-''

"مغفرت اور نجات کی دعا سب کے لیے کی جاتی ہے میرے بیٹے۔"

"مگر مجھے یقین ہے کہ ان دونوں کے لیے دوزخ کے دروازے کھولے جا چکے ہوں گے اور بے شمار جہنمی انسان انہیں خوش آمدید کہنے کے لیے تیار کھڑے ہوں گے۔"

پادری نے حیرت سے محافظ کی طرف دیکھا۔ "دونوں کے لیے لیکن مجھ سے تو یہ کہا گیا ہے کہ تین مجرموں کی نجات کے لیے دعا کرنا ہے۔"

"تین ہی تھے۔ لیکن قدرت نے آپ کا تھوڑا سا وقت ضائع ہونے سے بچا لیا ہے۔ زمورا نامی مجرم آج صبح پھانسی کے خوف سے حرکت قلب بند ہونے کے باعث چل بسا۔ لیجیے فادر، پہلی کال کوٹھری آ گئی۔"

محافظ نے کوٹھری کا تالا کھولا اور ایک طرف ہٹ کر پادری کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ پادری اندر چلا گیا تو اس نے دروازے کو دوبارہ باہر سے مقفل کر دیا اور اٹینشن ہو کر کھڑا ہو گیا۔

پادری جیل کے گندے، بدبودار فرش پر پڑے ہوئے شخص کے پاس پہنچا۔ "تمہارا نام کیا ہے بیٹے؟"

وہ شخص اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "ریکارڈو میلا ڈو۔"

پادری نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا۔ مجرم کا چہرہ بہت زیادہ مار کھانے کے باعث سوجا ہوا تھا۔ ناک سے خون بہ کر نتھنوں پر جم گیا تھا اور پپوٹے پھول جانے کے باعث آنکھیں بمشکل آدھی کھل رہی تھیں۔

"میں آپ کا احسان مند ہوں کہ میرے آخری وقت میں آپ نے مجھے یاد رکھا اور یہاں آنے کی زحمت گوارا فرمائی۔"

"ہر جانے والے کی مغفرت اور نجات کی دعا میرے فرائض منصبی میں شامل ہے، میرے بیٹے!"

"آپ کو علم ہے کہ چند گھنٹوں بعد مجھے پھانسی دے دی جائے گی؟"

پادری نے پیار سے اس کے کندھے کو تھپ تھپایا۔ "دستور یہی ہے کہ تم جو کچھ بوؤ گے وہی کاٹو گے۔ یہ وقت توبہ کا ہے، سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو۔ ہو سکتا ہے کہ یسوع مسیح جو دنیا کے لیے نجات دہندہ بن کر آئے تھے۔ تمہاری توبہ قبول فرمائیں۔"

"فادر۔" ریکارڈو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں نے اپنی زندگی میں بے حد و بے حساب گناہ کیے ہیں۔ جن میں برے اور گندے خیالات کے گناہ بھی شامل ہیں اور برے اور گندے کاموں کے گناہ بھی۔ میں نے قتل بھی کیے ہیں اور لوگوں کے گھروں میں آگ بھی لگائی ہے۔ میں دل کی گہرائیوں سے اپنے سارے گناہوں کا جو مجھے یاد ہیں اور ان گناہوں کا جنہیں میں بھول چکا ہوں، اعتراف کرتا ہوں۔"

"بس اتنا کافی ہے۔ یسوع مسیح تم پر رحم فرمائیں۔"

"آمین!"

پادری مجرم سے گناہوں کا اعتراف کروا کے کوٹھری کے دروازے پر پہنچا، محافظ نے تالا کھول کر اسے باہر نکالا اور کوٹھری کو مقفل کر کے اگلی کوٹھری کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "اس دوسرے جہنمی کو بھی جنت میں بھیجنے کی کوشش کر ڈالیے۔"

دوسری کوٹھری میں گندے فرش پر بیٹھے ہوئے شخص سے مخاطب ہو کر پادری نے کہا۔ "میرے بیٹے، تمہارا نام کیا ہے؟"

"فیلکس کاربیو۔" جواب ملا۔ یہ پہلے مجرم سے بھی زیادہ مار کھایا ہوا تھا۔ چہرے پر گھنی داڑھی تھی۔ لیکن اس کی داڑھی بھی اس کے رخسار کے تازہ زخم کے نشان کو پوری طرح نہیں چھپا سکتی تھی۔ زخم سے خون رس رہا تھا۔ "میں موت سے خوفزدہ نہیں ہوں، فادر!"

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے بیٹے۔" پادری نے جواب دیا۔ "ایسی چیز سے کیا ڈرنا جس کا دیر یا بہ دیر ہم سب کو سامنا کرنا ہے۔"

جس وقت کاربیو پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہا تھا۔ جیل کے باہر شور و غل کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی بڑا ہنگامہ برپا ہو۔ محافظ نے کچھ دیر تک ان آوازوں کو سنا۔ آوازیں قریب سے قریب تر آتی چلی جا رہی تھیں۔ پریشان ہو کر وہ کوٹھری کے مقفل دروازے پر پہنچا اور تالا کھولتے ہوئے بولا۔

"جلدی کریں فادر۔ باہر کوئی بڑا حادثہ ہو گیا ہے۔"

"میرا کام ختم ہو چکا ہے۔"

پادری باہر نکل کر برآمدے میں آ گیا۔ محافظ کوٹھری میں دوبارہ تالا لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ "باہر کے شور و غل کی آوازیں سن رہے ہیں فادر! ان آوازوں میں ڈر اور خوف شامل ہے۔"

"شاید کچھ لوگ ہم سے ملنے کے لیے بے چین ہیں۔ کیا میں یہ مستعار لے سکتا ہوں؟"

"مستعار؟ کیا؟"

"تمہاری رائفل!"

پادری جملہ مکمل کرتے ہی تیزی سے محافظ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے بڑے سکون سے گلے میں پڑی ہوئی صلیب اتاری اور اس سے پہلے کہ محافظ کچھ سمجھتا، اس نے ایک سرے

URDUMUTRAJUMGROUP

کے ڈھکنے کو ہٹایا، ڈھکنا ہٹتے ہی آب دار شمشیر نمودار ہوئی جو پلک جھپکتے میں محافظ کے سینے میں اتر گئی۔

پادری نے فرش پر گرتے ہوئے محافظ کو سہارا دے کر اس کی رائفل حاصل کی۔ پھر دم توڑتے اور خون اگلتے ہوئے محافظ کو ایک دھکے سے فرش پر دھکیل دیا۔

''میرے بیٹے!'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میں نے اور میرے خدا نے طے کر لیا تھا کہ تم سے زیادہ مجھے اس رائفل کی ضرورت ہے۔''

محافظ نے بمشکل فرش سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اٹھتے اٹھتے ڈھیر ہو گیا۔ پادری نے جھک کر اس کے ہاتھ سے کنجیوں کا گچھا چھین لیا اور دونوں کال کوٹھریوں کے تالے کھول دیے۔ باہر کی آوازیں اور زیادہ تیز ہو گئی تھیں۔

''چلو!'' اس نے دونوں مجرموں سے کہا۔

ریکارڈو نے اس کے ہاتھ سے رائفل لے لی اور مسکراتے ہوئے بولا۔ ''جیمی! تم نے غضب کا بھیس بدلا ہے۔ سچ پوچھو تو پہلی نظر میں، میں بھی تمہیں نہیں پہچان سکا تھا۔''

''ظالموں نے تم دونوں کی خوب دھنائی کی ہے۔'' جیمی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ''انہیں اس کی قیمت چکانا پڑے گی۔''

پہلے برآمدے سے نکل کر تینوں دوسرے برآمدے میں پہنچے۔ جیل کا وہ حصہ جہاں صرف پھانسی پانے والوں کو پھانسی سے پہلے منتقل کیا جاتا تھا۔ سنسان پڑا تھا۔

''زمورا کیسے مرا؟''

''گزشتہ شب اسے بری طرح زدوکوب کیا گیا۔ زمورا ہماری طرح سخت جان نہیں تھا۔ مار پیٹ کی تاب نہ لا کر چل بسا۔ ظالموں نے یہ کہہ کر کہ پھانسی کے خوف سے اس کی حرکت قلب بند ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر سے سرٹیفکیٹ لے لیا اور اس کی لاش کو مردہ خانے میں پھنکوا دیا۔''

آگے آہنی گیٹ تھا۔ جیمی نے کہا۔ ''تم دونوں یہیں ستون کی آڑ میں ٹھہرو۔'' پھر وہ گیٹ پر گیا اور دوسری جانب کھڑے ہوئے محافظ کو مخاطب کیا۔ ''میں فارغ ہو چکا ہوں۔ خداوند خدا پھانسی پانے والوں کو نجات ابدی عطا فرمائے۔''

محافظ نے، جس کے پاس چھوٹی مشین گن تھی، گیٹ کھولا۔

''جلدی کرو فادر! باہر پتا نہیں، کیا گڑبڑ ہو گئی ہے۔ کہیں کسی دشمن نے....'' اس کا جملہ مکمل نہیں ہو سکا۔ جیمی کی صلیبی شمشیر اس کے دل کو چیرتی ہوئی آر پار ہو گئی۔

اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ ''آ جاؤ۔''

فیلکس کاربیو نے محافظ کی مشین گن پہ قبضہ کر لیا۔ ان کا خیال تھا کہ کچھ دیر بعد جیلر اور جیل کے سپاہیوں سے دو بہ دو ہو کر جنگ لڑنا پڑے گی۔ لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ باہر شور وغل کا طوفان آیا ہوا تھا۔ پولیس والے حیران و پریشان ادھر سے ادھر دوڑتے پھر رہے تھے اور چیخ چیخ کر لوگوں کو، جو بپھرے ہوئے جانوروں سے بچنے کے لیے جیل میں پناہ لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ بڑے گیٹ کی جانب جانے سے منع کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک بیل نے سینگ کی ٹکر سے گیٹ کے ایک ستون کو پاش پاش کر ڈالا۔ اس کے عقب میں آنے والے بھینسے نے محافظ کے پیٹ پر ایسی ٹکر ماری کہ وہ دونوں سینگوں میں چھد کر رہ گیا۔ بھاگ دوڑ، چیخ پکار اور ہڑبونگ کئی گنا بڑھ گئی۔ جس کا جدھر منہ اٹھا۔ اس نے اسی جانب بھاگنا شروع کر دیا۔

سرخ ٹرک گیٹ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ ہڑبونگ میں تینوں افراد اس کی طرف دوڑے۔ کسی کو اتنی فرصت نہیں تھی کہ انہیں فرار ہوتے دیکھتا۔ جن دو چار کانسٹیبلوں نے دیکھ لیا، انہوں نے بھی آنکھیں چرا لیں۔ انہیں اپنی زندگیاں زیادہ عزیز تھیں۔ وہ تینوں ٹرک کے پچھلے حصے میں کود گئے۔ ٹرک جو پہلے سے اسٹارٹ تھا۔ تیزی کے ساتھ بکھرے ہوئے پریشان حال لوگوں میں راستہ بناتا ہوا پلک جھپکتے میں وہاں سے غائب ہو گیا۔

پولیس، فوج اور رضا کار دستوں کی صورت میں، خوف اور دہشت کے ساتھ بھاگنے والوں کے جم غفیر پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف تھی اور کم و بیش سبھی اپنے آپ کو بے بس پا رہے تھے۔ لوگ ہر سمت سے بھاگ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر سڑک اور ہر گلی میں سینکڑوں کی تعداد میں خوفناک بیل اور بھینسے گھس آئے ہوں اور لوگوں کو اپنے سینگوں سے ختم کرتے پھر رہے ہوں۔ بیلوں اور بھینسوں سے اتنا نقصان نہیں پہنچا۔ جتنا نقصان بھاگنے والوں نے اپنے آپ کو پہنچایا۔ خاص طور پر عورتیں، بچے اور بوڑھے لوگ بھاگنے والوں کے پیروں تلے اس طرح روندے گئے کہ انہیں پہچاننا بھی مشکل ہو گیا۔ کچلے جانے والوں میں وہ بوڑھا بھی شامل تھا۔ جو خاص طور پر اپنے پوتے کو کندھے پر بٹھا کر بہادری اور مردانگی کا مظاہرہ دکھانے کے لیے لے کر آیا تھا۔ معصوم پوتا بھی اس کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا۔

کئی میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جیمی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ منصوبہ اتنا کامیاب اور اتنا خونی ثابت ہو گا۔ عوام بے چارے خواہ مخواہ مارے گئے ان سے تو ہماری کوئی دشمنی نہیں تھی۔''

URDUMUTRAJUMGROUP

فیلکس کارپیو نے گہری آہ بھر کر کہا۔ ''اس دنیا کا دستور یہی ہے گیہوں کے ساتھ گھن ہمیشہ سے پستے آئے ہیں۔''

''جیمی!'' چند لمحوں بعد ریکارڈو میلاڈو نے پوچھا۔ ''ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

''شہر سے باہر ٹورے نامی دیہات میں ایک محفوظ مکان پر، ہم وہاں شام تک ٹھہریں گے اور تاریکی پھیلتے ہی آگے روانہ ہو جائیں گے۔''

نصف گھنٹے کے مزید سفر کے بعد ٹورے آ گیا۔ ڈرائیور اور جیمی نے سہارا دے کر دونوں ساتھیوں کو ٹرک سے نیچے اتارا۔

''رات کو کب تک یہاں پہنچ جاؤں؟'' ٹرک ڈرائیور نے پوچھا۔

''زیادہ سے زیادہ نو بجے تک۔'' جیمی نے کہا۔ ''اپنے ساتھ کسی ڈاکٹر کو ضرور لانا تاکہ وہ فیلکس اور ریکارڈو کی مرہم پٹی کر سکے۔ اور ہاں، جتنی جلدی ہو سکے، اس ٹرک سے نجات حاصل کر لینا۔ شور و غوغا ختم ہوتے ہی ملٹری اور پولیس سرخ ٹرک کی تلاش شروع کر دے گی۔''

ٹرک چلا گیا تو تینوں مکان کی طرف بڑھے۔ ریکارڈو نے کہا۔ ''میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں۔ جن کے ذریعے تمہارا شکریہ ادا کروں۔ تم نے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر ایک ایسا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔''

''مجھے یقین تھا جیمی!'' فیلکس نے کہا۔ ''تم میری مدد کے لیے ضرور آؤ گے۔ پھانسی کے تختے پر کھڑا کر کے میرے گلے میں ریشمی رسی کا پھندا ڈال دیا جاتا۔ تب بھی میرے یقین میں کوئی کمی نہ آتی۔''

جیمی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا صحن میں لٹکے ہوئے پنجرے کے پاس پہنچا، جس میں ایک خوبصورت مینا چہچہا رہی تھی۔ اس نے پنجرے کی کھڑکی کھول کر مینا کو باہر نکالا اور آہستہ سے اسے فضا میں چھوڑتے ہوئے بولا۔ ''ہر زندہ مخلوق کو آزاد رہنا چاہیے۔''

......☆☆☆......

وزیر اعظم لیوپولڈو مارٹینیز کی سرکاری قیام گاہ پر کابینہ کے وزرا، معتمدین اور اعلا افسران کا ہنگامی اجلاس ہو رہا تھا اور وزیر اعظم اپنی میز پر گھونسے مار مار کر کہہ رہے تھے۔ ''کل ایک اکیلے جیمی مائیرو نے پورے پامپلونا کو میدان جنگ بنا کر جیل کے دو محافظوں کو قتل کیا اور اپنے دو دہشت پسند ساتھیوں کو جیل سے نکال کر رفو چکر ہو گیا۔ متعدد بے گناہ افراد، جن کی تعداد سو سے تجاوز کر چکی ہے، ہماری ذرا سی غفلت سے جانوروں کا راستہ بدل دیے جانے کے باعث، پیروں تلے آ کر چلے گئے۔ بڑا ناز ہے ہمیں اپنی اس عقل و فراست پر جو جیمی مائیرو کی عیاری کے سامنے دھری کی دھری رہ گئی۔ میں نے جب بھی پوچھا۔ جس وزیر یا جس افسر سے پوچھا، سب کا ایک ہی جواب تھا کہ بہترین انتظامات کیے گئے ہیں۔''

سارے افراد دم بہ خود بیٹھے تھے۔ کسی کی اتنی جرات نہیں تھی کہ وزیر اعظم سے آنکھیں چار کرتا۔ انتظامات تو بلاشبہ بہترین تھے۔ یہ کسے معلوم تھا کہ دہشت پسند، جانوروں تک کو اپنے ناپاک عزائم کی خاطر استعمال کر ڈالیں گے۔

''جو ہونا تھا، ہو چکا۔'' وزیر اعظم کچھ دھیمے پڑے۔ ''متعلقہ افسران کو معطل کیا جا چکا ہے لیکن اس کاغذی کارروائی سے کیا حاصل ہوگا؟ جیمی مائیرو کے لگائے ہوئے زخم اس وقت تک مندمل نہیں ہوں گے جب تک اسے اور اس کی علیحدگی پسند تحریک کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم نہ کر دیا جائے۔ ہماری حماقتوں سے اس کے حوصلے کتنے ہی بلند کیوں نہ ہو گئے ہوں مگر ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم گورنمنٹ میں ہیں اور ہمارے ذرائع لامحدود ہیں۔ ہمارا اور اس کا مقابلہ شیر اور میمنے کا مقابلہ ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو اپنی طاقت اور ذہانت کو بروئے کار لا کر اس میمنے کو گرفتار کرے اور اسپین کو ایک بار پھر امن و امان کا گہوارہ بنا دے؟''

وزیر اعظم کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے شخص نے دھیمے اور پر عزم لہجے میں کہا۔ ''میں اسے گرفتار کروں گا۔''

یہ الفاظ کرنل ریمن اکوکا کے منہ سے ادا ہوئے تھے جو ملک کی سیکرٹ سروس گوئے کا سربراہ تھا۔ گوئے کی تنظیم سن ساٹھ عیسوی میں ان دہشت پسندوں کے لیے جو اپنے آپ کو حریت پسند کہتے تھے، قائم کی گئی تھی اور اس تنظیم نے ہزاروں کی تعداد میں دہشت پسندوں کو قانونی اور غیر قانونی دونوں طرح دوسری دنیا میں پہنچا دیا۔ کرنل اکوکا ادھیڑ عمر کا دیو جیسے جسم، ہیبت ناک اور سرد مہر چہرے والا انسان تھا۔ جس نے پچھلی خانہ جنگی میں بھرپور انداز میں حصہ لیا تھا۔ دنیا اسے سفاک اور جلاد جیسے خطابات سے یاد کرتی تھی جب کہ وہ ان خطابات پر ناک بھوں چڑھانے کے بجائے بڑے فخر سے کہا کرتا تھا۔ ''میں صرف خدا اور تاریخ کے سامنے جواب دہ ہوں۔ میرا فیصلہ یہی دونوں کریں گے کہ میں اپنی قوم اور اپنی حکومت کا کس حد تک وفادار تھا۔''

وزیر اعظم اور ان کی کابینہ نے سوچا اور ٹھیک ہی سوچا کہ دہشت پسندی کو ختم کرنے کا واحد حل یہ ہے کہ دہشت پسندوں

URDUMUTRAJUMGROUP

کے لیڈر جیمی مائرہ کو گرفتار کر کے بغاوت کے الزام میں برسر عام پھانسی دے دی جائے اور یہ بھی سوچا اور یہ بھی ٹھیک ہی سوچا کہ پورے اسپین میں صرف ایک ہی شخص ہے جو لومڑی جیسی عیاری اور چیتے جیسی تیزی اور شیر ببر جیسی خوں خواری کے ساتھ جیمی مائرہ کو گرفتار کر سکتا ہے اور وہ شخص خود ہی قوم اور حکومت کے مفاد میں اپنی خدمات پیش کر رہا ہے۔

طے ہو گیا کہ یہ کارنامہ کرنل اکو کا انجام دے گا اور جیمی مائرہ کے ختم ہوتے ہی نام نہاد حریت پسندی کی دہشت پسند تحریک ہمیشہ کے لیے دم توڑ جائے گی۔

کرنل نے کہا۔ ”آپ لوگوں نے مجھ پر اعتماد کر کے جو اعزاز بخشا ہے، اس کے لیے تہ دل سے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اب مجھے اتنی اجازت اور دیجیے کہ میں چند تلخ حقائق سے آپ کو آگاہ کروں۔ میں شروع سے جیمی مائرہ کی تحریک کا جائزہ لیتا چلا آرہا ہوں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر ہمارے چرچ جیمی مائرہ کا ساتھ نہ دیتے تو یہ تحریک اس طرح پروان نہ چڑھتی۔“

وزیراعظم نے غور سے کرنل کی طرف دیکھا۔ ”تمہیں یقین ہے کہ چرچ باغیوں کی مدد کر رہے ہیں؟“

”اتنا ہی یقین ہے جناب عالی، جتنا اپنے وجود پر ہے۔“

ایک بار پھر پورے ہال پر گہرا سکوت طاری ہو گیا۔ اس سکوت کو کرنل اکو کا کی مدھم مگر بھاری بھرکم آواز نے توڑا۔ ”جو چرچ دہشت پسندوں کو پناہ دے رہے ہیں، وہ سزا کے مستحق ہیں۔“

پھر وہی خاموشی۔ چند لمحوں بعد وزیراعظم نے دریافت کیا۔ ”ابتدا کہاں سے کرو گے؟“

”میری اطلاعات کے مطابق کل رات گئے جیمی مائرہ اور اس کے ساتھیوں کو اویلا کے قصبے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا گیا۔ وہ لوگ وہاں کے کانونٹ میں مقیم ہوں گے۔“

وزیراعظم کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ جانتا تھا کہ کانونٹ میں صرف وہ عورتیں رہتی ہیں، جو ساری زندگی کنواری رہ کر عبادت و ریاضت کرتی ہیں۔ باہر کی دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ سیاست تو دور کی چیز ہے، وہ تو یہ تک بھول چکی ہوتی ہیں کہ کانونٹ کے باہر کیسی بستی بستی ہے۔

”ٹھیک ہے۔“ بالآخر اس نے کہا۔ ”اگر تمہیں یقین ہے تو اویلا کی تلاشی لو۔ مجھے ہر قیمت پر جیمی مائرہ چاہیے۔“

وزیراعظم کے اس فیصلے نے پورے اسپین کو المناک حادثات اور سانحات کی ایک ایسی زنجیر میں پرو دیا۔ جس سے نہ صرف پورا ملک لرز اٹھا بلکہ پوری دنیا کو بھی سخت ترین صدمہ پہنچا۔

......☆☆☆......

اویلا کے کانونٹ میں، جسے چار سو سال قبل تعمیر کیا گیا تھا۔ چہروں کے تبدیل ہونے کے علاوہ کوئی دوسری تبدیلی عمل میں نہیں آئی تھی۔ وہاں کی مکین عورتیں سسٹرز کہلاتی تھیں اور ان کے پاس ان کی اپنی کوئی خاص ذاتی چیز نہیں ہوتی تھی۔ رنگ اور عمر کے امتیاز کے بغیر ساری سسٹرز خود کو یسوع مسیح کی بیوی سمجھتی تھیں اور یسوع مسیح کے اتباع میں غربت اور عسرت کو نعمت بے بہا گردانتی تھیں۔ پورے کانونٹ میں ٹھوس سونے کی ایک صلیب کے علاوہ جو ایک امیر عقیدت مند کا عطیہ تھی، سونے یا چاندی کی کوئی دوسری چیز نہیں تھی۔ اس بیش قیمت صلیب کو ایک کیبنٹ میں کپڑا لپیٹ کر رکھ دیا گیا تھا۔ لکڑی کی ایک بڑی اور سادہ سی صلیب کانونٹ کے گیٹ پر نصب تھی۔

وہ راہبائیں جنھوں نے اپنے آپ کو یسوع مسیح کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ایک ساتھ رہتی تھیں، ایک ساتھ کام کرتی تھیں، ایک ساتھ کھاتی تھیں اور ایک ساتھ عبادت کرتی تھیں لیکن انہیں ایک دوسرے کے جسم کو چھونے یا ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ بولنے کی اجازت اس وقت ملتی تھی، جب کسی مذہبی تہوار پر کوئی تقریب ہوتی تھی یا ان کی نگراں عزت مآب مادر بیٹینا اپنے دفتر کی تنہائی میں ان میں سے کسی کو کوئی نصیحت کرتی تھیں اور اس خلوت میں بھی کوشش یہی کی جاتی تھی کہ زبان کو کم سے کم استعمال کیا جائے اور اشاروں میں گفتگو کی جائے کیونکہ زبان تو صرف حمد و ثنا کے لیے مخصوص تھی، اس سے دنیاوی کام لینا بڑی گھناؤنی حرکت تھی۔

عزت مآب مادر بیٹینا ستر سال کی خاتون تھیں جن کے پلکوں سمیت سارے بال سفید ہو چکے تھے۔ وہ بچپن ہی میں کانونٹ میں آ گئی تھیں اور وہاں کی پرسکون زندگی سے مطمئن تھیں۔ ان کی زندگی یسوع مسیح کے لیے وقف تھی اور ان کی یاد میں انہیں جو قلبی اطمینان محسوس ہوتا تھا اس کے سامنے دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ تھیں۔ غصہ کرنا تو انہیں آتا ہی نہیں تھا۔ البتہ اگر کسی راہبہ سے کوئی غلطی ہو جاتی تھی تو وہ رو پڑتی تھیں اور کانونٹ کے ڈسپلن کی خاطر راہبہ کو سزا بھی دیتی تھیں۔

راہبائیں کانونٹ میں اوپر نیچے گھومتیں لیکن ان کی نظریں ہمیشہ نیچے کی سمت جھکی رہتیں اور بڑی آستینوں کے لباس میں دونوں ہاتھ آستینوں میں چھپے ہوئے سینوں پر رکھے رہتے۔ وہ اپنی دوسری سسٹرز کے پاس سے خاموشی کے ساتھ کچھ بولے، کوئی اشارہ کیے یا ان کی طرف دیکھے بغیر گزر جاتیں۔ کانونٹ میں صرف ایک ہی آواز گونجتی تھی اور وہ آواز تھی وہاں کی گھنٹیوں

کی -ایسی ہی سریلی آوازوں کو مشہور مصنف وکٹر ہیوگو- ''عبادت گاہ کے رقص-'' کی آواز سے تعبیر کیا کرتا تھا-

راہبائیں مختلف ممالک اور مختلف پس منظر والی تھیں-ان کے خاندانوں کا تعلق سرکاری ملازمین یا کسانوں یا فوجیوں وغیرہ سے تھا- آنے والیاں امیر بھی تھیں، غریب بھی- تعلیم یافتہ بھی تھیں اور جاہل بھی- پریشان حال بھی تھیں اور ٹھکرائی ہوئی بھی- لیکن اب کانونٹ میں آنے کے بعد خدا کی نظروں میں سب برابر تھیں اور سب یسوع مسیح کی بیگمات تھیں- جنہیں دوسری دنیا میں ہمیشہ کی زندگی یسوع مسیح کی چہیتی بیگم بن کر گزارنا تھی-

کانونٹ کی سردیاں چاقو کی طرح جسم کی رگ رگ کو کاٹتی تھیں-

کھڑکیوں میں ایسے سوراخ ہوگئے تھے جن سے بیک وقت زرد روشنی اور ہوا کی سرد لہریں اندر آتی تھیں- ہر راہبہ کی اپنی چھوٹی سی کوٹھری تھی- جس میں سوکھی گھاس والے بستر کے علاوہ کھردری لکڑی کی ایک ایک کرسی اور ایک ایک تپائی بھی تھی- تپائی پر مٹی کا کوزہ اور آب خورہ رکھا رہتا تھا- کسی راہبہ کو دوسری راہبہ کی کوٹھری میں جانے کی اجازت نہیں تھی- تاہم عزت مآب مادر پیٹینا جب اور جس وقت چاہتیں- ہر کوٹھری میں جا کر دیکھ سکتی تھیں کہ کسی راہبہ نے اپنے سر یا بازوؤں کو برہنہ کرنے کا گناہ کبیرہ تو نہیں کیا ہے- کانونٹ میں کسی قسم کی کوئی تفریح نہیں تھی- یا تو کوئی نہ کوئی کام انجام دیا جاتا تھا یا عبادت کی جاتی تھی- کام بنائی، سلائی، کڑھائی، جلد سازی اور دھاگا کاتنے پر مشتمل تھا- روزانہ آٹھ اوقات کی عبادت لازمی تھی- ان کے علاوہ حمد وثنا' ذکر، وظیفے اور مراقبے پر بھی کچھ نہ کچھ وقت صرف کرنا پڑتا تھا- ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ ساری راہبائیں اپنے جسم کو سزا دیا کرتی تھیں- بارہ انچ لمبا کوڑا، جس میں چھ گانٹھوں والی موی رسی ہوتی، پیٹھ پر، ٹانگوں پر اور کولھوں پر اپنے ہاتھوں ہی سے مارا جاتا تھا- جس کی چوٹ ناقابل برداشت ہوتی تھی- ان کا کہنا تھا کہ جس طرح کی تکالیف یسوع کے پاک اور مقدس جسم کو پہنچائی گئیں، ان کے اتباع میں ویسی ہی تکالیف ہمارے ناپاک اور گناہ گار جسم کو بھی پہنچنا چاہئیں-

راہباؤں کی زندگی کا موزانہ قید خانوں سے کیا جاسکتا تھا- فرق اتنا تھا کہ قیدی باہر جانے کی آرزو کرتے تھے- جب کہ راہبائیں خوش اور مطمئن تھیں- کانونٹ اگر قید خانہ تھا تو ایسا قید خانہ تھا جسے جنت الفردوس میں تعمیر کیا گیا تھا اور کوئی بھی راہبہ جنت چھوڑ کر باہر کی دوزخ میں جانے کے لیے تیار نہیں تھی-

.....☆☆☆.....

سسٹر لوشیا گھنٹیوں کی آواز پر جاگ اٹھی- اس نے آنکھیں کھولیں، چھوٹی سی کوٹھری گہری تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی- گھنٹیوں کی آواز سے اس نے اندازہ لگایا کہ رات کے تین بج چکے ہیں اور آخر شب کی عبادت کا وقت شروع ہوگیا ہے-

''لعنت ہے ایسی عبادت پر-'' سسٹر لوشیا نے بڑبڑا کر کہا- ''ساری دنیا گہری نیند کے مزے لے رہی ہے- اگر مجھے یہاں کچھ دن اور رہنا پڑ گیا تو میں یقیناً مر جاؤں گی-''

وہ پیٹ کے بل گھاس کے بستر پر لیٹ گئی- پیٹ کے بل لیٹنا گناہ عظیم تھا- اس سے بھی عظیم تر گناہ یہ تھا کہ کسی دنیاوی شے کی خواہش کی جائے- سسٹر لوشیا نہ صرف یہ کہ پیٹ کے بل لیٹی تھی بلکہ سگریٹ پینے کی خواہش بھی کر رہی تھی- عرصہ دراز تک سگریٹ نوشی کرنے کے بعد اسے اچانک اپنی عادت چھوڑنا پڑ گئی تھی- اسی طرح لیٹے لیٹے اس نے اپنے جسم کے موٹے اور بھدے لباس پر ہاتھ پھیرا اور وہ باریک اور ریشمی لباس اس کی نظروں میں گھومنے لگے جو روم والے اس کے اپنے اپارٹمنٹ میں گسٹاڈ میں اس کے کمرے کی الماریوں میں لٹکے ہوئے تھے-

کوٹھری سے باہر دوسری راہباؤں کے چلنے کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی جو ہال میں عبادت کے لیے جا رہی تھیں- ایک لمبی سی انگڑائی لینے کا گناہ کر کے سسٹر لوشیا اٹھی، کانونٹ کے معمولات کو گندی سی گالی دی اور آنکھیں ملتے ہوئے کوٹھری سے نکلی-

''ساری کی ساری راہبائیں بیوقوف پینگوئن کے جھنڈ کی طرح ہیں-'' اس نے قطار میں سر جھکائے، خاموش اور مغموم راہباؤں کی طرف دیکھ کر سوچا- ابھی تک اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکی تھی کہ ان عورتوں نے جنس کو، خوبصورت ملبوسات کو اور خوش ذائقہ کھانوں کو چھوڑ کر اپنی زندگی کو دیمک کیوں لگالی ہے؟

سسٹر لوشیا جب کانونٹ میں داخل ہوئی تھی اور اس نے وہاں رہنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا تو عزت مآب مادر پیٹینا نے اسے بتایا تھا- ''تمہیں ہمیشہ سر جھکا کر، نظریں نیچی کر کے چلنا ہوگا- اپنے دونوں ہاتھوں سے سینے کو ڈھانپے رہو گی- چھوٹے قدم اٹھاؤ گی- آہستہ آہستہ چلو گی کسی دوسری سسٹر سے آنکھیں چار نہیں کرو گی، نہ کسی کی طرف کن کھیوں سے دیکھو گی- کسی سے بولنے کی کوشش بھی نہیں کرو گی اور کانوں سے صرف خداوند خدا کے احکامات سننے کا کام لو گی-''

''ٹھیک ہے، عزت مآب ماں!''

چند روز بعد اسے نئی ہدایات ملیں-

URDU MUTRAJIM GROUP

"سسٹر لوشیا" عزت مآب مادر بیٹنا نے کہا۔ "جو عورتیں یہاں آئی ہیں، وہ دوسری عورتوں میں شامل ہونے کے لیے نہیں آئیں۔ وہ تن تنہا خداوند خدا کے ساتھ رہتی ہیں۔ روح جتنی تنہا اور اداس ہو گی اتنی ہی خداوند خدا کے قریب ہو گی۔ قرب خداوندی کے لیے خاموشی سب سے زیادہ اہم ہے۔"

"ٹھیک ہے، عزت مآب ماں!"

"تمہیں اپنی آنکھوں کو بھی قابو میں کرنا پڑے گا۔ آنکھیں ایسے شیطانی تیر ہیں۔ جو دل اور دماغ دونوں کو بری طرح مجروح کر دیتے ہیں۔ اپنی ہم جنسوں کو دیکھنا بھی گناہ ہے۔ خوبصورت مناظر سے لطف اندوز ہونا بھی گناہ ہے۔ جس شے کو دیکھ کر خوشی کا احساس ہو، اس پر دوسری نظر ڈالنا بھی گناہ ہے۔"

"ٹھیک ہے، عزت مآب!"

"یہاں کا سب سے پہلا سبق یہ ہے کہ اپنے ماضی کو بھلا دو۔ پچھلی عادتوں کو چھوڑ دو۔ دنیاوی رشتوں کو فراموش کر دو۔ نفس کے کہنے پر نہ چلو۔ ظاہر و باطن کو پاک رکھو۔ اپنی ذات سے محبت نہ کرو۔ صرف اپنے گناہوں کی معافی مت مانگو، دنیا میں ہونے والے ہر گناہ کی معافی طلب کرو۔ چاہے وہ گناہ کسی نے بھی کیوں نہ کیا ہو اور یہ بھی یاد رکھو کہ دنیا کی سب سے کمین، سب سے ذلیل اور سب سے حقیر ہستی تمہاری اور صرف تمہاری ہے اور دنیا میں جتنی بھی بلائیں، وبائیں اور بیماریاں نازل ہوتی ہیں، وہ محض تمہاری شامت اعمال کی وجہ سے نازل ہوتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے، مقدس ماں۔"

"میری ہدایات پر عمل کرو گی تو یہ خانقاہ بھی تمہارے لیے جنت بن جائے گی، تمہارا باطن انوار سے جگمگا اٹھے گا اور تمہیں آسمانوں پر ہونے والی گفتگو سنائی دے گی۔"

"ٹھیک ہے، عزت مآب ماں۔"

ایک ماہ بعد لوشیا کو باقاعدہ عہد کرنا پڑا کہ وہ ساری زندگی مرد کے بغیر گزارے گی اور خود کو روحانی طور پر یسوع مسیح کی بیوی تصور کرے گی۔ اس روز سویرے ہی عزت مآب ماں نے لوشیا کو اپنے آفس میں طلب کیا اور اشارے سے ایک طرف بیٹھنے کے لیے کہا۔ لوشیا بیٹھ گئی تو عزت مآب ماں اس کی پشت پر گئیں اور اس سے پہلے کہ لوشیا کچھ سمجھتی، اس نے قینچی چلنے کی آواز سنی اور اس کے ساتھ ہی اس کے خوبصورت سنہرے بال اس کی گود میں آ گرے۔ وہ غصے سے لال بھبوکا ہو گئی۔ قریب تھا کہ عزت مآب ماں کا منہ نوچ لیتی، مگر شکر ہے کہ اسے فوراً ہی اصل بات یاد آ گئی۔ وہ خود کو کانونٹ میں چھپانے کے لیے آئی تھی۔ بالوں کا کیا تھا۔ گھر کی کھیتی تھی۔ کانونٹ سے نکل کر دوبارہ اگائی جا سکتی تھی۔

سسٹر لوشیا کو مختصر سی کوٹھری سونپی گئی تھی، اس کا نام اس نے "چوہے کا بل" رکھا تھا۔ وہ پابندی سے خبریں پڑھنے اور سننے کی عادی تھی لیکن کانونٹ میں نہ ریڈیو تھا۔ نہ ٹی وی۔ کوئی اخبار بھی نہیں آتا تھا۔ باہر کی دنیا سے ان کا کوئی رابطہ نہیں تھا۔ اسے سب سے زیادہ جس چیز نے پریشان کیا، وہ وہاں کا غیر فطری سکوت تھا۔ قسمت نے اسے ایک ایسی بستی میں پہنچا دیا تھا۔ جہاں کے مکین زبان اور آنکھیں رکھتے ہوئے بھی گونگے اور اندھے تھے۔ ہر طرف ایک بے حسی سی چھائی ہوئی تھی۔ راہبائیں عورتیں کم اور روبوٹ زیادہ معلوم ہوتی تھیں۔" جو معمول کے مطابق گرد و پیش سے بے خبر شب و روز اپنا کام انجام دیتی رہتی تھیں۔

ہال میں آٹھ مرتبہ عبادت ہوتی۔ راہبائیں خاموشی سے دعائیں پڑھتی رہتیں۔ اور یسوع کو اپنی نیک چلنی اور وفاداری کا یقین دلاتی رہتیں۔ صرف سسٹر لوشیا ایسی تھی جو خداوند خدا سے زیادہ اہم باتوں کے بارے میں سوچا کرتی تھی۔ "ایک یا دو ماہ میں، جب پولیس میری تلاش میں ناکام ہو کر مجھے بھول جائے گی تو میں احمقوں کی اس بستی سے کھسک جاؤں گی اور نئے سرے سے حسین اور خوبصورت زندگی کی ابتدا کروں گی۔"

صبح کی عبادت کے بعد سسٹر لوشیا دوسری راہباؤں کی معیت میں ناشتے کے لیے ڈائننگ روم میں جاتی۔ وہاں کے قانون کو توڑتے ہوئے ایک گناہ وہ بڑی پابندی سے کیا کرتی تھی ایک ایک راہبہ کو غور سے دیکھتی تھی۔ اس گناہ کو اس کی واحد تفریح کہا جا سکتا تھا۔ سسٹر لوشیا حیرت کرتی تھی کہ سسٹرز میں سے کسی کو یہ علم نہیں کہ باقی دوسری کس صورت شکل، رنگ روپ اور قد کاٹھ کی ہیں۔

سسٹرز میں کچھ بوڑھی تھیں، کچھ جوان۔ کچھ خوبصورت تھیں، کچھ بدصورت ان میں تین چہرے ایسے تھے جو خاص طور سسٹر لوشیا کی خصوصی دلچسپی کا باعث تھے۔ پہلا چہرہ سسٹر ٹریسا کا تھا جو ساٹھ سال کی تھی۔ خوبصورتی اس کے قریب سے بھی نہیں گزری تھی۔ پھر بھی ایک عجیب سا نور تھا جو ہر وقت کے اس کی چہرے پر چھایا رہتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اندر ہی اندر اس تصور کے ساتھ مسکراتی رہتی ہو کہ اس کے پاس ایک ایسا خفیہ بیش بہا خزانہ ہے۔ جس سے سب بے خبر ہیں۔ دوسرا چہرہ سسٹر گریس کا تھا جس کی عمر زیادہ سے زیادہ پچیس سال تھی۔ وہ غیر معمولی حسن کی مالک تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے خوبصورت اور متناسب جسم کا خمیر خالص دودھ سے حاصل کیا گیا ہو۔ سمندر جیسی گہری

URDUMUTRAJUMGROUP

آنکھیں تھیں، جو کانونٹ کے باہر قیامت برپا کرسکتی تھیں لیکن ضائع ہو رہی تھیں۔ سسٹر لوشیا قسم کھا سکتی تھی کہ ایسی قاتل آنکھیں شاذ و نادر ہی ہوتی ہیں۔ گریس کو تو فلم اسٹار ہونا چاہیے تھا۔ نہ جانے ایسی کون سی مجبوری تھی جو اسے بے حس اور ناقدری راہباؤں میں لے آئی تھی۔

تیسری سسٹر میگن تھی جو سسٹر لوشیا کے لیے سب سے زیادہ دلچسپی کا باعث تھی۔ ابھی وہ بیس سال کی نہیں ہوئی تھی۔ بڑی بڑی نیلی آنکھیں، کشادہ پیشانی، پھولے پھولے رخسار، ایک عجیب سی شوخی جسے زبردستی متانت کے ذریعے ڈھانپا گیا تھا۔ کانونٹ کے بھدے اور بدصورت لباس میں لپٹے ہونے کے باوجود میگن کو جس طرف سے بھی دیکھا جاتا۔ حسین معلوم ہوتی تھی۔

لوشیا سوچتی اور بار بار سوچتی کہ میگن جیسی نوجوان اور کم عمر لڑکی وہاں کیوں آئی تھی؟ گریس جیسی حسینہ عالم وہاں اپنے حسن و جمال کو کیوں غارت کر رہی تھی؟ دوسری راہبائیں وہاں کیوں اکٹھا ہوئی تھیں؟ کم کھانے اور کم سونے کو انہوں نے اپنا وتیرہ بنا رکھا تھا؟ انہیں اندھی، گونگی اور بہری بن کر زندگی گزارنے میں کیا لطف آ رہا تھا؟ لوگ کانونٹ کو کتنے ہی خوبصورت ناموں سے کیوں نہ یاد کرتے ہوں، سسٹر لوشیا کے نزدیک وہ ایک ایسا مردہ خانہ تھا جس میں بھانت بھانت کی زندہ لاشیں جمع کر دی گئی تھیں۔

دوسری سسٹرز کے مقابلے میں سسٹر لوشیا جذبات بھی رکھتی تھی اور حس بھی۔ عبادت کے دوران اسے فلمی گیت یاد آتے تھے اور جب وہ اپنے چوہے کے بل میں سوکھی گھاس کے بستر پر لیٹتی تھی۔ تو یسوع مسیح کے بجائے اس کے تصور میں نوجوان لڑکے گھوما کرتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ دیگر سسٹرز کو وہاں ہمیشہ رہنا تھا جب کہ سسٹر لوشیا صرف ایک اور زیادہ سے زیادہ دو مہینے کی مہمان تھی۔ باہر کی دنیا جہاں حسن تھا موسیقی تھی، لڑکے تھے، گناہ تھے۔ اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

''ہو سکتا ہے۔'' وہ سوچتی تھی۔ ''مجھے یہاں تین ماہ تک رہنا پڑ جائے۔ عجلت اور جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ پولیس اور قانون کی نظروں سے محفوظ رہنے کے لیے اس سے بہتر کوئی دوسری جگہ نہیں ہے۔ کچھ عرصے بعد جب وہ لوگ میری طرف سے مایوس ہو جائیں گے تب میں یہاں سے نکلوں گی۔ سوئٹزرلینڈ کے بینک سے اپنی رقم نکلواؤں گی اور تفریح کے بعد اگر کچھ وقت ملا تو اس پاگل خانے کے بارے میں کتاب تحریر کروں گی اور دنیا کو بتاؤں گی کہ مذہب کے ٹھیکے داروں نے عورتوں کو کس طرح زندہ درگور کر کے ان سے جنس کی، تفریح کی، موسیقی کی اور سکون و عافیت کی نعمتیں چھین لی ہیں۔ بھلا یسوع مسیح اتنی بیویوں کا کیا کریں گے؟

ایک رات جب وہ پیٹ کے بل لیٹنے کا گناہ کرتے ہوئے سگریٹ پینے کے ناپاک خیال سے اپنے ذہن کو گندہ کرنے میں مصروف تھی۔ تقریباً پانچ سو گز کے فاصلے پر کرنل ریمن اکوکا اور گوئے تنظیم کے احتیاط سے منتخب کردہ دو درجن افراد، رات کی گہری تاریکی اور خاموشی میں اچانک کانونٹ پر ٹوٹ پڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

......☆☆☆......

سسٹر میگن گہری نیند سے اچانک بیدار ہوگئی۔ کانونٹ میں حسب معمول خاموشی طاری تھی۔ لیکن خاموشی میں کچھ کچھ انوکھا پن تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے خاموشی حرکت کر رہی ہو۔ کانونٹ میں اپنے قیام کے پچھلے پندرہ سال میں اس نے کبھی ایسی متحرک خاموشی کا احساس نہیں کیا تھا۔ کوئی نہ کوئی نئی اور انوکھی بات ضرور تھی۔

وہ گھاس کے بستر سے اٹھی اور کوٹھری کا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ ایک لمحے کے لیے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ سمجھی کہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہی ہے۔ سرخ پتھر کی راہداری آدمیوں سے پر تھی۔ پھر اس نے ایک دیوقامت شخص کو، جس کے چہرے پر گہرے زخم کا نشان تھا، عزت مآب ماں کی کوٹھری سے باہر نکلتے دیکھا۔ وہ انہیں بازو [illegible] کر کھینچتا ہوا باہر لے کر آ رہا تھا۔

''میں پوچھتا ہوں تم نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے؟''

عزت مآب ماں ڈری اور سہمی ہوئی تھیں اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہہ رہی تھیں۔ ''شش شش یہ خدا کا گھر ہے۔ تم اس کے احترام کو مجروح کر رہے ہو۔ توبہ کرو اور اپنے آدمیوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔''

''سسٹر!'' دیوقامت انسان نے عزت مآب مادر بیٹینا کے بازو کو مروڑ کر کہا۔ ''مجھے جیمی مائیرو کی ضرورت ہے۔''

نہیں، سسٹر میگن نے سوچا، وہ کوئی ڈراؤنا خواب نہیں تھا۔ ڈراؤنی حقیقت تھی۔

دوسری کوٹھریوں کے دروازے بھی کھلنے لگے اور گھبرائے ہوئے چہروں والی راہبائیں باہر آنے لگیں۔ انہوں نے اس افتاد کے بارے میں کبھی سوچا تک نہیں تھا۔

دیوقامت شخص نے جو دراصل کرنل اکوکا تھا۔ عزت مآب ماں کو زور سے ایک جانب دھکا دیا اور اپنے قریب کھڑے شخص

URDUMUTRAJUMGROUP

سے مخاطب ہوکر بولا۔ ''اوپر سے نیچے تک پوری عمارت کی خوب اچھی طرح تلاشی لو۔ کوئی جگہ باقی نہ بچنے پائے۔''

اکوکا کے آدمی عمارت میں پھیل گئے۔ انہوں نے ہال کی عبادت گاہ میں توڑ پھوڑ کی، کچن کی چیزوں کو اٹھا کر ادھر ادھر پھینک دیا۔ کوٹھریوں میں گھس گئے اور جو راہبائیں محو خواب تھیں، انہیں ٹھوکریں مار کر جگایا اور کوٹھریوں سے باہر نکل کر ہال میں اکٹھا ہونے پر مجبور کیا۔ سسٹر زاس عالم میں بھی اپنے عہد پر قائم رہیں اور زبان سے کوئی لفظ ادا کیے بغیر احکامات کی بجا آوری کرتی رہیں۔ سارا منظر ایک ایسی فلم جیسا تھا جو متحرک تو ہو لیکن اس کی آواز بند کردی گئی ہو۔

اکوکا کارگزاری کا جائزہ لیتے ہوئے راہداری سے گزر رہا تھا کہ ایک کوٹھری سے اسے نسوانی چیخ سنائی دی۔ وہ پلٹا اور کوٹھری کے دروازے پر جا کھڑا ہوا۔ اس کا ایک آدمی کوٹھری کی راہبہ پر حملہ آور تھا۔ اس کے ارادے نیک نہیں تھے۔ مگر اکوکا نے رکنا اور ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا۔ فوراً آگے بڑھ گیا۔

.....☆☆☆.....

سسٹر لوشیا چند لمحوں قبل ہی سوئی تھی۔ لوگوں کی گالیاں سن کر بوکھلا کر اٹھی۔ پہلا خیال اس کے ذہن میں یہی آیا کہ پولیس نے میرا پتا چلا لیا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے۔ مجھے یہاں سے فرار ہو جانا چاہیے۔ لیکن سامنے والے گیٹ کے علاوہ کانونٹ سے باہر جانے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔

وہ تیزی سے کوٹھری کے دروازے پر جا کھڑی ہوئی اور جھانک کر راہداری میں دیکھا۔ راہداری پولیس والوں سے نہیں بلکہ سادہ لباس والے ایسے افراد سے بھری ہوئی تھی جن کے پاس آتشیں ہتھیار تھے اور وہ سامنے آنے والی ہر میز، ہر کرسی اور ہر لیمپ کو گندی گندی گالیاں بکتے ہوئے توڑ رہے تھے۔

عزت مآب مادر بیٹینا اس طوفان بدتمیزی میں ایک طرف بالکل خاموش کھڑی تھیں۔ ان کے ہونٹ دعائیہ انداز میں آہستہ آہستہ ہل رہے تھے اور آنسوؤں سے بھری آنکھیں خدا کے گھر کو بے دردی سے اجڑتے دیکھ رہی تھیں۔ لوشیا نے سسٹر میگن کو کوٹھری سے نکل کر عزت مآب ماں کی طرف جاتے دیکھا تو وہ بھی اپنی کوٹھری سے نکل اور ان کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

''یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے مقدس ماں!'' اس نے پوچھا۔ کانونٹ میں آنے کے بعد پہلی بار اس نے تیز آواز میں بات کی تھی۔ ''یہ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کرتے پھر رہے ہیں؟''

عزت مآب ماں نے ان دونوں کو اشارہ کیا کہ وہ کہیں چھپ جائیں۔

''یہ اشاروں اور کنایوں کا وقت نہیں ہے۔'' لوشیا نے کانونٹ کے آداب کو بالائے طاق رکھ کر کہا۔ ''اس وقت آپ بول سکتی ہیں آیئے ہم سب یہاں سے کہیں اور بھاگ جائیں۔ خدا کے لیے مقدس ماں میری بات مان لیجیے۔ آپ کو یسوع مسیح کا واسطہ۔''

اکوکا کے نائب نے اس کے پاس جا کر کہا۔ ''کرنل، ہم نے پوری عمارت کے چپے چپے کو چھان ڈالا ہے۔ یہاں نہ جیمی مائیرو ہے، نہ اس کا کوئی آدمی!''

''دوبارہ تلاشی لو۔''

یہ وہ وقت تھا جب عزت مآب مادر بیٹینا کو کانونٹ کا واحد بیش بہا خزانہ یاد آ گیا۔ وہ تیزی سے سسٹر ٹریسا کے پاس گئیں اور سرگوشی میں کہا۔ ''میں تمہیں ایک اہم کام سونپتی ہوں۔ ری فکٹری کی کیمنٹ سے سونے کی صلیب نکالو اور جس طرح بھی بن پڑے اسے مینڈیویا کی کانونٹ میں پہنچا دو۔ وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں، یہاں سے فوراً نکل جاؤ۔''

بوڑھی سسٹر ٹریسا اس طرح کانپنے لگی جیسے اسے سردی چڑھ گئی ہو۔ اس نے بے بسی سے عزت مآب ماں کی طرف دیکھا۔ اس نے زندگی کے تیس سال کانونٹ کی نذر کر دیے تھے اور اب جب کہ وہ قبر کے دہانے تک پہنچ چکی تھی، کانونٹ کو چھوڑنے کا تصور اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ کپکپاتا ہوا ہاتھ اوپر اٹھا کر اس نے بڑی بے چارگی سے اشارہ کیا۔ ''یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔''

عزت مآب ماں کا لہجہ خوشامدانہ ہو گیا۔ ''اگر صلیب کو منتقل نہیں کیا گیا تو وہ شیطان کے ان چیلوں کے ہاتھ لگ جائے گی۔ میری خاطر نہیں، اپنے یسوع کی خاطر اس کام کو انجام دے ڈالو۔''

محبوب کا پیارا نام سن کر سسٹر ٹریسا کی آنکھیں چمک اٹھیں چہرے سے خوف کے آثار دور ہو گئے۔ اس نے اشارے سے کہا۔ ''محبوب کے لیے تو میری جان بھی حاضر ہے۔'' اور اس اشارے کے ساتھ ہی وہ ری فکٹری کی کیمنٹ کی سمت روانہ ہو گئی۔

کانونٹ کی تلاشی لینے والے لوگ اور زیادہ بپھر گئے تھے اور نظر آنے والی ہر چیز کو توڑ رہے تھے۔ کرنل اکوکا تعریفی نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

لوشیا نے موقعہ غنیمت دیکھ کر اپنے پاس کھڑی میگن اور گریس سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''تم دونوں کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہتی کہ کیا سوچ رہی ہو لیکن میں اس دوزخ سے باہر جا رہی

URDU MUTRAUM GROUP

ہوں- چاہو تو تم بھی میرے ساتھ چل سکتی ہو-"

میگن اور گریس نے اس کی طرف اس طرح دیکھا' جیسے پوچھ رہی ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

سسٹر ٹریسا اس اثنا میں کپڑے میں لپٹی ہوئی سونے کی صلیب بغل میں دبا کر ادھر آئی اور رکے بغیر گیٹ کی طرف بڑھنے لگی

"سسٹر ٹریسا بھی کھسک رہی ہیں-" لوشیا نے میگن اور گریس سے کہا- "آؤ- ان کے پیچھے ہم بھی نکل چلیں- خود کو بدمعاشوں کے رحم وکرم پر چھوڑنا مناسب نہیں ہے-"

آگے آگے سسٹر ٹریسا اور اس کے عقب میں یہ تینوں سسٹرز گیٹ تک پہنچ گئیں-

بھاری بھرکم بوٹوں والا ایک آدمی اچانک ان کے سامنے آ کھڑا ہوا اور قہقہہ لگا کر بولا- "یہاں سے بھاگی جا رہی ہو؟ چلو- اندر جاؤ- میرے دوست بڑے حسین خواب دیکھ کر یہاں آئے ہیں- تھوڑی دیر بعد وہ اپنے خوابوں کی تعبیر دیکھنا چاہیں گے-"

لوشیا آگے بڑھی اور اٹھلا کر بولی- "ہمارے پاس تمہارے لیے ایک تحفہ ہے-"

اس نے گیٹ پر لگا ہوا موم بتی کا فولادی اسٹینڈ نکال لیا اور مسکرانے لگی- "یہ کیا ہے؟"

لوشیا نے ہنس کر پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا- "یہ ہے-"

وہ آدمی ایک ہی وار میں ڈھیر ہو گیا- لوشیا نے اطمینان سے فولادی اسٹینڈ کو اس کے بے ہوش جسم کے پاس رکھ دیا- تینوں راہبائیں حیرت اور خوف سے لوشیا کی طرف دیکھ رہی تھیں-

"آؤ-" اس نے کہا-

چند لمحوں بعد چاروں سسٹرز کانونٹ کے عقب میں پہنچ گئیں- لوشیا نے اچانک رک کر کہا- "مجھے افسوس ہے کہ تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی- تمہارے جہاں سینگ سمائیں، ادھر بھاگ جاؤ- وہ لوگ بہت جلد تمہاری تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے-"

سسٹرز پر الوداعی نظر ڈال کر اس دور نظر آنے والی پہاڑیوں کی جانب قدم اٹھانا شروع کر دیے- "میں پہاڑیوں میں کہیں نہ کہیں چھپ جاؤں گی اور جب پولیس میری طرف سے ناامید ہو جائے گی تو وہاں سے نکل کر سوئٹزرلینڈ چلی جاؤں گی- لعنت ہو ان بدمعاشوں پر جنہوں نے کانونٹ میں گھس کر میری بہترین پناہ گاہ کو ختم کر دیا-"

تھوڑی سی چڑھائی چڑھنے کے بعد لوشیا نے گھوم کر سسٹرز کی طرف دیکھا- تینوں مبہوت سی وہیں کھڑی تھیں، جہاں وہ انہیں چھوڑ کر آئی تھی-

"خدارا وہاں سے ہٹ کر کہیں چھپ جاؤ-" لوشیا نے دل ہی دل میں ان سے کہا- "یہیں کھڑی رہو گی تو بدمعاش تمہیں ڈھونڈ نکالیں گے- اس سے پہلے کہ وہ تم تک پہنچیں، کہیں نہ کہیں چلی جاؤ- جلدی کرو-"

مگر تینوں اسی طرح کھڑی رہیں- یوں لگ رہا تھا جیسے ان کے احساسات پر فالج گر گیا ہو اور وہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ان کا کیا حشر ہونے والا ہے- جنہیں خدا کے گھر میں پناہ نہیں مل سکی- انہیں کسی دوسری جگہ کس طرح پناہ مل سکتی تھی- کیا خدا ان سے ناراض ہو گیا تھا؟ وہ انہیں کس قسم کی سزا دینا چاہتا تھا؟ آخر اس کا منصوبہ کیا تھا؟

تینوں قریب قریب کھڑی تھیں- لیکن بولتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے ڈر رہی تھیں- کانونٹ سے باہر بھی وہ کانونٹ کے اصولوں پر عمل پیرا تھیں-

کئی منٹ کی ہچکچاہٹ کے بعد سسٹر ٹریسا نے اویلا کے گھروں کی روشنیوں کی طرف دیکھا اور اشارے سے کہا- "آؤ، ادھر چلیں-" اور قصبے کی طرف قدم اٹھانا شروع کر دیے-

"ادھر نہیں- احمق-" لوشیا نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے بڑبڑا کر کہا- "میری آواز تم تک نہیں پہنچ سکتی- کاش، میں تمہیں بتا سکتی کہ سب سے پہلے بدمعاش تمہیں وہیں تلاش کریں گے- خیر یہ تمہارا مسئلہ ہے- میں تو بہرحال محفوظ ہوں-"

وہ انہیں موت کے منہ میں جاتے دیکھتی رہی اور دل ہی دل میں ان پر لعنت بھیجتی رہی، پھر اچانک تیزی سے اتری اور بھاگتی، ہانپتی اور چیختی ہوئی ان کے قریب پہنچ گئی-

"رک جاؤ- رک جاؤ-"

سسٹرز رک گئیں اور پلٹ کر اس کی طرف دیکھا-

لوشیا نے ہانپتے ہوئے کہا- "غلط راستے پر جا رہی ہو- سب سے پہلے تمہیں آبادی ہی میں تلاش کیا جائے گا- کسی نے تلاش نہیں کیا- تب بھی وہاں کے باشندے تمہیں پکڑ کر ان کے حوالے کر دیں گے- تمہیں چھپانے کا خطرہ کوئی مول نہیں لے گا-" وہ سانس لینے کے لیے رکی، پھر اسی لہجے میں بولی- "چھپنے کے لیے کوئی دوسری محفوظ جگہ تلاش کرو-"

تینوں خاموشی سے اس کے چہرے کو تکنے لگیں-

"پہاڑیوں پر چلو-" لوشیا نے مشورہ دیا- "آؤ، میرے پیچھے چلو- اس وقت پر پیچ پہاڑیاں ہی ہمیں پناہ دے سکتی ہیں-"

وہ مڑی اور دوبارہ پہاڑیوں کی سمت چل دی- سسٹرز نے

ایک لمحے تک توقف کیا- پھر اس کے پیچھے روانہ ہوگئیں-

لوشیا تھوڑی تھوڑی دیر بعد مڑ کر دیکھ لیتی تھی کہ سسٹرز عقب میں آ رہی ہیں یا نہیں اور ساتھ ہی ساتھ خود کو برا بھلا بھی کہتی جا رہی تھی- ''میں ان کو اپنے ساتھ کیوں لے آئی- انہیں چھپانا میری ذمے داری تو نہیں ہے- یوں بھی چار کے مقابلے میں ایک کا چھپنا زیادہ آسان ہوتا- چاروں کا ایک ساتھ رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے-''

تینوں سسٹرز کو چڑھائی پر چلنے میں دقت پیش آ رہی تھی- جونہی ان کے قدم ہلکے پڑتے، لوشیا انہیں ڈانٹ پلاتی- ''تیز قدم اٹھاؤ- ہمیں جلد از جلد ان کی پہنچ سے دور نکل جانا ہے-''

''کچھ بھی ہو-'' اس نے سوچا- ''میں صبح ہوتے ہی ان سے نجات حاصل کرلوں گی- میرا ان کا ساتھ کبھی نہیں ہوسکتا-''

......☆☆☆......

کانونٹ کی تلاشی اختتام کو پہنچی- ساری راہباؤں کو جو تقریباً نیم بے ہوش تھیں اور جن کے کپڑے جگہ جگہ سے پھاڑ دیے گئے تھے انتہائی وحشیانہ سلوک کے بعد مویشیوں کی طرح ہنکال کر کانونٹ سے باہر پچاس گز دور سڑک پر لے جایا گیا اور بغیر نمبروں والے بند ٹرکوں میں ٹھونس دیا گیا-

''انہیں میڈرڈ میرے ہیڈ کوارٹر پر پہنچا دو-'' کرنل اکوکا نے ڈرائیوروں کو حکم دیا- ''اور جب تک میں وہاں نہ آؤں، انہیں حوالات ہی میں بند رکھا جائے-''

''ان کا جرم کیا ہے؟'' ایک ڈرائیور نے پوچھا-

''باغیوں اور دہشت پسندوں کی مدد-''

''آپ کا حکم سر آنکھوں پر-''

''کرنل!'' کانونٹ سے باہر آتے ہوئے نائب نے کہا- وہ یہ دیکھنے کے لیے اندر رک گیا تھا کہ کوئی سسٹر بچ تو نہیں گئی ہے- ''فہرست کے مطابق چالیس میں سے چار راہبائیں غائب ہیں-''

''چار راہبائیں غائب ہیں؟'' کرنل اکوکا نے گرج کر کہا- ''یقیناً انہیں باغیوں کے بارے میں ساری معلومات ہوں گی- میرا منہ کیا تک رہے ہو- انہیں تلاش کرو- بستی میں اعلان کردو کہ جس نے انہیں پناہ دی، اس کے پورے خاندان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور جس نے ان کا پتا بتایا- وہ ہمارے انعام واکرام کا مستحق ٹھہرے گا-''

......☆☆☆......

دو روز بعد کرنل اکوکا نے میڈرڈ پہنچ کر وزیراعظم کو رپورٹ پیش کی-

''ہمارے پہنچنے سے چند منٹ قبل جیمی مائیرو کانونٹ سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا-''

''مجھے علم ہے-'' وزیراعظم مارٹینز نے خشک لہجے میں کہا- جب سے کرنل اکوکا کو جیمی مائیرو کو پکڑنے کا فرض سونپا گیا تھا، وہ حکومت کے کنٹرول سے باہر ہوتا جا رہا تھا- کانونٹ پر جو وحشیانہ حملہ کیا گیا تھا، اس پر پورے اسپین میں احتجاج کیا جا رہا تھا- ''جو کچھ ہوا؟'' وزیراعظم نے نپے تلے الفاظ میں اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا- ''اخبارات ہی ہیں جنہوں نے جیمی مائیرو جیسے غدار اور قاتل کو ملک کا ہیرو بنا ڈالا ہے-'' کرنل اکوکا نے جواب دیا- ''انہیں لگام لگانا پڑے گی ورنہ-''

''اخبارات کا منہ بند نہیں کیا جاسکتا-'' وزیراعظم نے کہا- ''البتہ ان کی اشاعت کچھ عرصے کے لیے معطل کی جاسکتی ہے مگر ابھی اس کا وقت نہیں آیا- اب تک جیمی مائیرو ہمارے لیے مصیبت کا باعث بنا ہوا تھا مگر اب چار راہباؤں کا اور اضافہ ہوگیا ہے- اگر ان کی زبان کھل گئی تو ہم دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے-''

''پروا نہ کریں- وہ کہیں دور نہیں جاسکتیں- میں بہت جلدی انہیں گرفتار کرلوں گا اور مائیرو کو بھی ہتھیار ڈالنے پر مجبور کروں گا-''

مگر وزیراعظم پہلے ہی طے کرچکا تھا کہ کرنل اکوکا کو زیادہ ڈھیل نہیں دی جاسکتی-

''کرنل!'' اس نے کہا- ''میں چاہتا ہوں کہ چالیس میں سے جو چھتیس راہبائیں تمہارے قبضے میں ہیں- ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے- میں نے فوج کے لیے احکامات جاری کردیے ہیں کہ جیمی مائیرو اور اس کے ساتھیوں کی تلاش میں اپنا کردار ادا کرے- اب تم کرنل کاسٹیلو کے ساتھ کام کروگے-''

طویل اور خوفناک وقفہ جس میں اکوکا نے اس طرح گہری سانس لی جیسے سانپ پھنکار رہا ہو، پھر اس نے وزیراعظم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کرخت لہجے میں پوچھا- ''اس آپریشن کا انچارج کون ہوگا؟''

وزیراعظم کو فوری طور پر اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑا- چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ لاکر بولا- ''تمہارے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے!''

......☆☆☆......

لوشیا اور تینوں سسٹرز کا سفر طلوع آفتاب تک شمال مشرق کی سمت جاری رہا- راہبائیں خاموشی کی عادی تھیں، کچھ کہے سنے بغیر چلتی رہیں- لق ودق پہاڑیوں پر یا تو ان کے کپڑوں کی

سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی یا تسبیحوں کے دانوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ کبھی کبھی کسی جھاڑی کی ٹہنیوں کو ہٹانے یا کسی سسٹر کے ہانپنے کی آواز بھی سنائی دے جاتی۔ پہاڑیوں پر چڑھنا آسان نہیں تھا لیکن انہوں نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ طلوع آفتاب سے قبل جب ہلکی ہلکی روشنی پھیلنا شروع ہوئی، وہ کئی میل کا سفر طے کر کے ولا کاسٹن نامی دیہات کے نواح میں پہنچ چکی تھیں۔

''میں انہیں یہیں چھوڑ دوں گی۔'' لوشیا نے دل ہی دل میں سوچا۔ ''اب ان کا خدا ان کی حفاظت کرے گا۔ مجھے سوئٹزرلینڈ جانا ہے اور غضب تو یہ ہے کہ نہ میرے پاس رقم ہے اور نہ پاسپورٹ' لباس بھی ایسا ہے جیسے سیدھی قبر سے نکل کر چلی آئی ہوں۔ اب تک ان بدمعاشوں کو ہمارے فرار کا علم ہو گیا ہوگا اور وہ شکاری کتوں کی طرح ہماری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔ جتنی جلدی ان بے ہودہ سسٹرز سے چھٹکارا پالوں، میرے حق میں اتنا ہی بہتر ہے۔''

لیکن اسی لمحے ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے اسے اپنے منصوبے پر عمل کرنے سے روک دیا۔

سسٹر ٹریسا جھاڑیوں کے قریب سے راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی کہ ایک چھوٹی سی نوک دار چٹان سے ٹکرا کر لڑکھڑا گئی اور اس کی بغل میں دبی کپڑے سے لپٹی چیز نیچے گر گئی۔ گرنے کے باعث اس چیز کا کپڑا تھوڑا سا سرک گیا۔ لوشیا جو سسٹر ٹریسا کی مدد کرنا چاہتی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے دم بخود سی ہو کر رہ گئی۔ اس کی نظریں اس چیز پر جم گئیں اور اسے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ سسٹر ٹریسا جس چیز کی اپنی جان سے بھی زیادہ حفاظت کر رہی تھی۔ وہ ٹھوس سونے کی صلیب تھی۔

''اوپر والا میری مدد کر رہا ہے۔'' اس نے سوچا۔ ''ٹھوس سونے کی یہ صلیب اس نے میری خاطر یہاں بھیجی ہے۔ یہ صلیب نہیں، میرا سوئٹزرلینڈ کا ٹکٹ ہے۔''

وہ سسٹر ٹریسا کو صلیب اٹھا کر کپڑے میں لپیٹتے اور دوبارہ بغل میں رکھتے ہوئے دیکھتی رہی اور مسکراتی رہی۔ بوڑھی سسٹر سے اسے ہتھیانا کچھ بھی مشکل نہیں تھا۔ راہبائیں اس کے اشاروں پر ناچ رہی تھیں، وہ جو کچھ بھی کہتی تھی۔ اس پر اس طرح عمل کرتی تھیں جیسے براہ راست آسمان سے ہدایات موصول ہو رہی ہوں۔

.....☆☆☆.....

صبح کی روشنی رات کی تاریکی سے زیادہ خوفناک معلوم ہو رہی تھی۔ خداوند خدا نے سسٹرز کو جنت الفردوس سے نکال کر ایک بالکل نئی اور بے حد ڈراؤنی دنیا میں بھیج دیا تھا۔ چلتے چلتے وہ اس حد تک تھک چکی تھیں کہ تسبیحوں کے دانے تک پھیرنا دوبھر ہو گیا تھا۔ کانونٹ سے نکلنے کے بعد انہوں نے وہاں کے اصولوں پر کاربند رہتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے پرہیز کیا تھا۔ لیکن اب سارا تقویٰ دھرا کا دھرا رہ گیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کا گناہ کر رہی تھیں اور جس طرح ایک گناہ دوسرے گناہ کی طرف اکساتا ہے اسی طرح ان کی خواہش تھی کہ بولنے کا بھی گناہ کیا جائے مگر ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ ان میں صرف لوشیا ہی ایسی تھی جو بڑی بے حیائی سے پے در پے گناہوں کی مرتکب ہو رہی تھی اور اس کے لہجے میں تاسف کے بجائے اتنی خود اعتمادی تھی کہ دوسری سسٹرز نے از خود اسے اپنا رہنما تسلیم کر لیا۔

ایک بڑے درخت کے تنے کے پاس بیٹھ کر لوشیا نے کہا۔ ''پارسائی ہر وقت اور ہر جگہ نہیں چلتی اور زبان کو صرف ذکر الٰہی تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ بہتر ہے کہ اب ہم آپس میں ایک دوسرے سے اپنا تعارف کروائیں۔ میں سسٹر لوشیا ہوں۔''

چند ساعتوں کے لیے وہاں سناٹا سا چھا گیا۔ یوں لگنے لگا کہ سسٹرز نے زبان کھولی تو آسمان ان کے سروں پر آگرے گا مگر سسٹر لوشیا تو اچھی بھلی تھی۔ کانونٹ سے نکل کر اب تک وہ بے تکان بولتی رہی تھی پھر بھی اس کا بال تک بیکا نہیں ہوا تھا۔

بالآخر گریس نے ہمت کی اور شرمیلی آواز میں بولی۔ ''میں سسٹر گریس ہوں۔''

''تم اتنی حسین ہو کہ تمہیں فلم اسٹار ہونا چاہیے تھا۔'' لوشیا نے سوچا۔ ''راہبوں میں کیوں آگئیں؟''

''میں سسٹر میگن ہوں۔''

''خوبصورت سنہرے بالوں اور پرکشش آنکھوں والی نوخیز حسینہ۔'' لوشیا نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔ ''تم اپنی دلکش اور دل فریب اداؤں سے لاکھوں نوجوانوں کو قتل کر سکتی ہو۔ کانونٹ کے بجائے تمہیں اپنے چاہنے والوں کے دلوں میں رہنا چاہیے۔''

''میں سسٹر ٹریسا ہوں۔''

''بوڑھی عورت!'' لوشیا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔ ''تمہیں تو شاید یہ بھی یاد نہیں رہا ہوگا کہ جوانی کتنی دیوانی ہوتی ہے اور جذبات و احساسات کسے کہتے ہیں۔''

تعارف کے بعد ایک بار پھر گہرا سکوت چھا گیا۔ لوشیا نے یکے بعد دیگرے انگڑائی لینے اور پیٹ کے بل لیٹنے کے کئی گناہ

URDU MEDIA GROUP

کیے اور سوچنے لگی کہ یہ سسٹرز چڑیوں کے ان نوزائیدہ بچوں کی طرح ہیں، جو گھونسلوں سے نیچے گر گئے ہوں- ان میں اتنی بھی سکت نہیں ہے کہ کسی دوسرے کے سہارے کے بغیر محض اپنے بل بوتے پر پانچ منٹ گزار سکیں- مگر میں کون ہوتی ہوں ان کی بے بسی پر کڑھنے والی' میری بلا سے' مریں یا جئیں، مجھے تو سونے کی صلیب حاصل کرنا ہے- تاکہ سوئٹزرلینڈ جا سکوں-

سوئٹزرلینڈ کے خیال نے اسے بے چین کر دیا- وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی- "میں نیچے دیہات میں جا کر کھانے پینے کا بندوبست کرتی ہوں، یہیں بیٹھ کر میری آمد کا انتظار کرو اور سسٹر تم-" اس نے ٹریسا سے کہا- "تم میرے ساتھ چلو-"

سسٹر ٹریسا گھبرا گئی- پچھلے تیس چالیس سال سے وہ کسی بستی میں نہیں گئی تھی، یہی نہیں بلکہ پچھلے تیس چالیس سال سے وہ صرف عزت مآب مادر بیٹینا کے احکامات پر عمل کرتی آئی تھی اور اب اچانک یہ لڑکی اس کی انچارج بن بیٹھی تھی-

"شاید خداوند خدا کی بھی یہی مرضی ہے-" اس نے سوچا- "شاید خداوند خدا ہی نے اس لڑکی کو ہماری مدد کے لیے بھیجا ہے اور وہ اس کی زبان سے احکامات جاری کر رہا ہے-"

"سسٹر لوشیا!" اس نے کہا- "میں چاہتی ہوں کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے- صلیب کو مینڈیویا کی کانونٹ میں پہنچا دوں-"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ صلیب ان ہاتھوں میں پہنچ جائے جو اس کے مستحق ہیں-" لوشیا معنی خیز انداز میں بولی- "دیہات میں جانے کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ مینڈیویا کی کانونٹ کا پتہ دریافت کیا جائے-"

دونوں آہستہ آہستہ پہاڑی سے نیچے اترنے لگیں- لوشیا دل ہی دل میں سوچتی رہی کہ اس کمزور اور بوڑھی عورت سے صلیب چھیننا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے- سڑک پر پہنچ کر اس نے ایک ویران گلی کی طرف اشارہ کیا- "آؤ ادھر سے چلیں- زیادہ لوگوں کی نظروں میں آنا ٹھیک نہیں ہے-"

سسٹر ٹریسا اثبات میں سر ہلاتی ہوئی اس کے پیچھے چل دی- اب سوال یہ پیدا ہوا کہ لوشیا صلیب کو کس طرح حاصل کرے- "میں صلیب کو چھین کر بھاگ سکتی ہوں مگر ٹریسا اپنی چیخ پکار سے پورے دیہات کو اکٹھا کر لے گی-" اس نے سوچا- "سب سے پہلے کوئی ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ سسٹر ٹریسا چیخنے چلانے کے قابل نہ رہے-"

گلی کے ایک کنارے پر کسی بچے کا ٹوٹا ہوا بلا پڑا تھا- لوشیا نے اسے دیکھا تو غیبی امداد پر کھل اٹھی- جا کر بلے کو اٹھایا- ادھر ادھر دیکھا اور یقین ہو گیا کہ اسے سسٹر ٹریسا کا سر پھاڑنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے تو ایک عزم کے ساتھ آگے بڑھی-

سسٹر ٹریسا سارے عمل کو حیرت سے دیکھتی رہی تھی لیکن یہ نہیں سمجھ سکی تھی کہ بلا کیوں اٹھایا گیا ہے اور سسٹر لوشیا مسکراتے ہوئے اس کی طرف کیوں بڑھ رہی ہے-

"سسٹر ٹریسا!" لوشیا نے اس کے قریب پہنچ کر کہا اور بلا اٹھایا کہ اس کے سر پر دے مارے مگر اچانک ایک طرف سے مردانہ آواز آئی-

"خدا تم پر رحم کرے سسٹرز- یہاں کیا کرتی پھر رہی ہو؟"

لوشیا لٹو کی طرح تیزی سے گھوم گئی- سامنے ملگجے بھورے رنگ کے سوٹ میں ملبوس ایک طویل قامت دبلا پتلا شخص کھڑا مسکرا رہا تھا- اس کی آنکھوں میں زندگی کی حرارت سے بھری چمک تھی اور آواز خلوص اور محبت میں ڈوبی ہوئی تھی-

"مجھے کاریلو کہتے ہیں- مائیکل کاریلو-" اس نے سسٹرز سے اپنا تعارف کرایا-

لوشیا کا دماغ انتہائی تیز رفتاری سے کام کر رہا تھا- کاریلو کی مداخلت کے باعث اس کا سسٹر ٹریسا کا سر پھاڑنے والا منصوبہ نامکمل رہ گیا تھا لیکن اب وہ دوسرے منصوبے پر عمل کر سکتی تھی- دوسرا منصوبہ پہلے منصوبے سے زیادہ بہتر تھا- اسپین سے باہر نکلنے کے لیے کاریلو کی مدد حاصل کی جا سکتی تھی-

"شکر ہے خداوند خدا کا جو تاریکی کا سینہ پھاڑ کر روشنی پیدا کرتا ہے اور پریشان حال اور تباہ حال بھٹکتی ہوئی راہباؤں کی مدد اور رہنمائی کے لیے اپنے ایک نیک بندے کو بھیجتا ہے-" لوشیا نے اس طرح کہا جیسے وہ بائبل کی تلاوت کر رہی ہو- "ہم اویلا کی کانونٹ کی بدنصیب راہبائیں ہیں- گزشتہ شب کچھ بدمعاشوں نے حملہ کر کے اسے تباہ کر ڈالا اور ساری راہباؤں کو خدا جانے کہاں پکڑ کر لے گئے- جب کہ ہم چار راہبائیں' سر کو ہتھیلی پر رکھ کر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئیں-"

"میں سان گرینو کے چرچ کا ادنا خادم ہوں، جہاں پچھلے بیس سال سے بلا معاوضہ خدمات انجام دے رہا ہوں- پرسوں رات ہمارے چرچ پر بھی بدمعاشوں نے چڑھائی کی اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی-" کاریلو نے آہ بھر کر جواب دیا- "میں جانتا ہوں کہ خدا اپنے بندوں سے بے پناہ پیار کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ اس وقت جس قسم کا پیار کر رہا ہے، وہ میری سمجھ سے باہر ہے-"

"بدمعاش ہماری تلاش میں ہیں-" لوشیا نے اپنی راگنی چھیڑی- "تم مرد ہو، ان کا مقابلہ کر سکتے ہو- ان سے بچنے کے

''اگلے دن جب جیمی اور باڈا نمیب ڈیزرٹ سے واپس ہوئے تو ان کے قبضے میں پانچ لاکھ پاؤنڈ کی مالیت کے ہیرے تھے۔ انہوں نے وان مرف کو دیوالیہ کر دیا تھا! اتنے کم عرصے میں یہ ان کی ایک غیر معمولی کامیابی تھی۔''

''اس میں سے آدھے ہیرے تمہارے ہیں۔'' جیمی نے باڈا سے کہا۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' باڈا نے جواب دیا۔ ''اس ملک میں اگر کوئی سیاہ فام اتنا مال دار ہو جائے تو پھر وہ زندہ بھی نہیں رہ سکتا۔''

''لیکن یہ تمہارا حق ہے۔'' جیمی نے کہا۔ ''ہمارے درمیان یہی طے ہوا تھا۔''

''مجھے صرف اتنی رقم چاہیے کہ میں ایک فارم خرید سکوں اور شادی کر سکوں۔'' باڈا نے کہا۔ ''جب میں ایک فارم خرید لوں گا تو آرام سے زندگی گزار سکوں گا۔ پھر مجھے کسی کی ملازمت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میں آزادانہ طور پر جی سکوں گا۔''

''ان میں سے جتنے ہیرے تمہارا جی چاہے لے لو۔'' جیمی نے کہا۔

باڈا نے ان میں سے صرف تین ہیرے لیے اور جیمی سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ جیمی نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ جلد ہی اس سے دوبارہ ملاقات کرے گا۔

اس واقعے کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا.....

کلپ ڈرفٹ کی بڑی سڑک پر ایک گاڑی نمودار ہوئی۔ ایک شان دار اور بے حد قیمتی گھوڑا گاڑی جسے دو خوب صورت گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ اس میں ایک مضبوط جسم کا نوجوان آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے بال بالکل سفید تھے اس کی ڈاڑھی مونچھیں بھی سفید تھیں۔ وہ بالکل جدید طرز کے خوب صورت لباس میں ملبوس تھا۔

جیمی میک گریگر کے جانے کے بعد سے گزشتہ ایک سال کے دوران کلپ ڈرفٹ میں بڑی تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ اب یہ ایک اچھا خاصا شہر بن گیا تھا۔ اس کا رابطہ ریلوے لائن سے بھی قائم ہو گیا تھا۔ اور اس کی وجہ سے یہاں آنے والوں کی تعداد میں ایک دم بہت اضافہ ہو گیا تھا۔ سڑکوں پر ہر قسم کے لوگ نظر آ رہے تھے۔

جیمی کو تین نئے ڈانس ہال اور تقریباً چھ نئے ہوٹل نظر آئے ایک نیا چرچ اور ایک نئی باربر شاپ بھی تعمیر ہو چکے تھے۔ اور گرانڈ کے نام سے ایک بہت بڑا ہوٹل بھی بن چکا تھا۔ جیمی نے اپنی گاڑی ایک بینک کے سامنے روکی اور اس میں سے اتر پڑا۔

جیمی بینک کے اندر داخل ہو کر سیدھا منیجر کی نشست کی طرف بڑھا۔ اور بلند آواز میں بولا۔ ''میں تمہارے بینک میں ایک لاکھ پاؤنڈ جمع کرانا چاہتا ہوں۔''

جیسا کہ جیمی کو یقین تھا' اس واقعے کی خبر جلد ہی سارے شہر میں پھیل گئی۔ اور جب وہ بینک سے نکل کر سن ڈاؤنر ریستوران میں آیا تو وہ لوگوں کی دلچسپی کا مرکز بن گیا۔ اسمٹ اب بھی اس ریستوران میں موجود تھا۔ وہ دوڑا ہوا جیمی کے پاس آیا۔ اس کی آنکھوں میں پہچان کی کوئی جھلک موجود نہیں تھی' کیونکہ جیمی یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔ جیمی نے اطمینان کی سانس لی۔

''کیا لاؤں؟'' اسمٹ نے پوچھا۔

''جو تمہارے پاس بہترین چیز ہو۔'' جیمی نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''بہتر۔'' اسمٹ نے کہا۔ ''تم شاید اس شہر میں نئے ہو؟''

''ہاں۔'' جیمی نے جواب دیا۔ ''میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں کاروبار کے اچھے مواقع ہیں۔ میں یہاں کچھ سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ کون سی لائن اختیار کروں؟''

''یہ سرمایہ کاری کے لحاظ سے بہت منافع بخش شہر ہے۔'' اسمٹ نے جواب دیا۔ ''اور میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو ان امور کا ماہر ہے اور تمہاری بہت مدد کر سکتا ہے۔''

''اچھا؟'' جیمی نے کہا۔ ''کون ہے وہ؟''

''وہ اس شہر کا سب سے زیادہ بارسوخ آدمی ہے۔'' اسمٹ نے کہا۔ ''وہ شہری کمیٹی کا سربراہ بھی ہے۔ اس کا نام وان مرف ہے اور وہ اس شہر کے سب سے بڑے جنرل اسٹور کا بھی مالک ہے۔''

''میں نے یہ نام کبھی سنا نہیں۔'' جیمی نے ایک شان بے نیازی سے کہا۔ ''بہرحال تم اسے یہاں بلا لاؤ۔''

''ضرور۔'' اسمٹ نے کہا۔ پھر وہ ذرا رک کر بولا۔ ''میں اسے تمہارا نام کیا بتاؤں؟''

''ٹریولیس۔ ایان ٹریولیس۔'' جیمی نے جواب دیا۔

جب وان مرف ریستوران میں داخل ہوا اور اس نے ''ایان ٹریولیس'' سے ملاقات کی تو' اس کی آنکھوں میں بھی شناخت کی کوئی جھلک موجود نہیں تھی۔ نوجوان سرمایہ کار اس کے لیے بالکل اجنبی تھا۔ دونوں میں تھوڑی دیر تک کاروبار کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد وان مرف نے کہا۔ ''مسٹر ٹریولیس' اگر تم مناسب سمجھو تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں گا کہ تم

URDUMUTRAJUMGROUP

یہاں کاروبار میں کتنی رقم لگانا چاہتے ہو؟''

''ابتدا میں تقریباً ایک لاکھ پاؤنڈ۔'' جیمی نے جواب دیا۔ ''اور اس کے بعد شاید تین یا چار لاکھ پاؤنڈ مزید۔''

''اوہ.... ہوں.... ہاں.... یہ بہت اچھی بات ہے۔'' وان مرف نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مناسب رہنمائی کی صورت میں تم بہت جلد رقم کو دگنا کر سکو گے۔''

''یقیناً۔'' جیمی نے جواب دیا۔ ''مجھے تمہارے ہی جیسے کسی تجربے کار اور ہوشیار آدمی کی ضرورت ہے۔''

''آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ ٹریولیس۔'' وان مرف نے کہا۔ ''میرے اور میری بیٹی کے لیے یہ ایک بڑا اعزاز ہوگا۔ میری بیٹی بہت اچھا کھانا پکاتی ہے۔''

''میں ضرور آؤں گا۔'' جیمی نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

اس شام کو جب میک گریگر وان مرف کے اسٹور میں داخل ہوا تو اس کے احساسات بڑے عجیب و غریب تھے۔ ایک دن اسی اسٹور سے اسے ذلیل و خوار کر کے نکالا گیا تھا اور آج وہ یہاں ایک معزز مہمان کی حیثیت سے آ رہا تھا۔ اسے خوب معلوم تھا کہ وان مرف دل ہی دل میں اسے لوٹنے کے نئے منصوبے بنا رہا تھا۔ وان مرف کے لیے وہ سونے کی چڑیا تھا۔

''مارگریٹ!'' وان مرف نے اپنی بیٹی کا جیمی سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے مہمان مسٹر ٹریولیس۔''

مارگریٹ نے مسکرا کر جیمی کا خیر مقدم کیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی شناخت کی کوئی علامت نہیں تھی۔

''مجھے تم سے مل کر خوشی ہوئی۔'' جیمی نے کہا۔ اتنے میں باہر کسی گاہک نے گھنٹی بجائی اور وان مرف چند منٹ کے لیے معذرت کر کے باہر چلا گیا۔

''تمہارے باپ کا کہنا ہے کہ تم بہت اچھا کھانا پکاتی ہو۔'' جیمی نے مارگریٹ سے کہا۔

''شاید'' مارگریٹ نے ایک ادا سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد وہ دونوں آپس میں بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے۔ مارگریٹ جیمی سے اچھی طرح کھل مل گئی۔ چند منٹ کے بعد وان مرف واپس آ گیا۔

''کیا تم پہلی بار اس شہر میں آئے ہو؟'' وان مرف نے جیمی سے پوچھا۔

''ہاں، یہاں آنے کا یہ میرا پہلا اتفاق ہے۔'' جیمی نے جواب دیا۔

''تم مسز ٹریولیس کو اپنے ساتھ نہیں لائے؟'' وان مرف نے ایک خاص انداز سے جیمی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ابھی کسی مسز ٹریولیس کا وجود نہیں ہے۔'' جیمی نے جواب دیا۔ ''مجھے اب تک اپنی پسند کی لڑکی نہیں ملی۔'' اور اس نے مارگریٹ کی طرف دیکھا۔ اچانک مارگریٹ کی آنکھیں خود بہ خود جھک گئیں۔

''کلپ ڈرفٹ بڑا زبردست مواقع سے بھرپور شہر ہے۔'' وان مرف نے کہا۔ جیمی اس کے جملے کے پوشیدہ مضمرات کو سمجھ رہا تھا۔

''میں نے سنا ہے کہ اس شہر کے مضافات بہت خوب صورت اور دلچسپ ہیں۔'' جیمی نے وان مرف سے کہا۔ ''کیا تم اپنی بیٹی کو اس بات کی اجازت دو گے کہ وہ کل میرے ساتھ چل کر ذرا ان مقامات کی سیر کرا دے؟''

مارگریٹ کو اپنے دل کی دھڑکن ایک لمحے کے لیے بند ہوتی ہوئی لگی۔ وان مرف کا اصول تھا کہ کسی بھی مرد کے ساتھ اپنی بیٹی کو تنہا نہیں جانے دیتا تھا۔ لیکن ٹریولیس، تو اس کے لیے سونے کی چڑیا تھا۔ بھلا اس سے وہ کس طرح دستبردار ہو سکتا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ میں مارگریٹ کو اسٹور کے کاموں سے تھوڑی دیر کے لیے فارغ کر سکتا ہوں۔'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''اگر وہ جانا چاہے تو....''

''اگر تم اس کی اجازت دو تو میں ضرور چلی جاؤں گی۔'' مارگریٹ نے آہستہ سے کہا۔

اس کے بعد وان مرف دیر تک جیمی کو کاروباری امور کے متعلق لیکچر دیتا رہا۔

دوسرے دن صبح کو جیمی اور مارگریٹ ایک ساتھ گھر سے نکل گئے۔ جیمی مارگریٹ سے محبت بھری گفتگو کرتا رہا۔ اور مارگریٹ شرماتی رہی۔ کسی مرد نے آج تک اس سے اس انداز کی گفتگو نہیں کی تھی۔ اس کا رواں رواں ایک نئے سرور سے، ایک نئی لذت سے سرشار تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ آج تک آہنی پنجرے میں قید ایک پرندے کی سی زندگی گزار رہی تھی۔ اور اب پہلی بار اسے آزادی ملی تھی اس آزادی کا لطف اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں اٹھایا تھا۔ جیمی اس کے قریب آتا گیا اور اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ وہ خود بھی جیمی کے قرب کی متلاشی تھی۔ یہاں تک کہ کلپ ڈرفٹ کے نواح میں درختوں سے گھرے ہوئے ایک خوب [illegible]

URDUMUTRAJUMGROUP

میں ان کے درمیان تمام فاصلے مٹ گئے۔ مارگریٹ اپنا سب کچھ ہار بیٹھی اور اس کے بعد اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"ہم شادی کر لیں گے جانِ من۔" جیمی نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے باپ کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

دوسرے دن بھی جیمی مارگریٹ کو وان مرف کی اجازت سے اپنے ساتھ لے گیا۔ اور کل والے واقعات آج پھر دہرائے گئے تھے۔ مارگریٹ نے کل بھی مزاحمت نہیں کی اور آج بھی۔

کئی ہفتے اسی طرح گزر گئے۔ وان مرف جیمی کو شیشے میں اتارنے کی پوری کوشش کر رہا تھا اور اسے یقین تھا کہ وہ اس احمق نوجوان کو بہت جلد قلاش کر کے دم لے گا۔

جیمی اپنے ہوٹل میں کپڑے بدل کر باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ جب اس نے دروازے پر دستک کی آواز سنی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ سامنے مارگریٹ کھڑی تھی۔

"آ جاؤ مارگریٹ۔" جیمی نے کہا۔

مارگریٹ اندر آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور جیمی کو دیکھنے لگی۔

"ٹریویس۔" مارگریٹ نے آہستہ سے کہا۔ "میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں...."

"اوہ..." جیمی نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تو بڑی شاندار بات ہے۔ کیا تم نے اپنے باپ کو بتا دیا؟"

"کیا بات کرتے ہو ٹریویس۔" مارگریٹ نے کہا۔ "تم میرے باپ کو نہیں جانتے۔ وہ اس بات کو کبھی اچھا نہیں سمجھے گا۔ وہ ایک بڑا مختلف قسم کا انسان ہے۔"

"تو پھر چلو' ہم دونوں ساتھ چلتے ہیں۔" جیمی نے کہا۔ "ہم دونوں اسے یہ بات بتائیں گے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا ٹریویس۔" مارگریٹ نے گھبراتے ہوئے کہا۔

"سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا مارگریٹ۔" جیمی نے کہا۔ "پریشانی کی کوئی بات نہیں۔"

مارگریٹ اور جیمی جب اسٹور میں داخل ہوئے تو وان مرف تنہا تھا۔

"سب کچھ ٹھیک ٹھاک تو ہے ٹریویس؟" وان مرف نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اسے اس طرح ان دونوں کا اکٹھے آنا کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔

"بالکل ٹھیک ہے وان مرف۔" جیمی نے جواب دیا۔ "تمہارے لیے خوش خبری یہ ہے کہ مارگریٹ ماں بننے والی ہے۔"

وان مرف بے وقوفوں کی طرح ان دونوں کو باری باری دیکھنے لگا۔ "میں.... میں.... کچھ سمجھا نہیں۔" اس نے بہ مشکل کہا۔

"بالکل سادہ سی بات ہے وان مرف۔" جیمی نے کہا۔ "وہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

وان مرف کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس کے ہونٹ کانپنے لگے۔ "یہ... غلط ہے.... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"لیکن ایسا ہی ہوا ہے وان مرف۔" جیمی نے کہا۔

"پھر۔ پھر تم دونوں کی فوراً شادی ہو جانی چاہیے۔" وان مرف نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"شادی؟" جیمی نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "کیا تم اپنی بیٹی کو ایک ایسے احمق شخص سے شادی کی اجازت دو گے جو تمہارے ہاتھوں اپنا سب کچھ لٹا بیٹھا تھا؟"

"تم کیا باتیں کر رہے ہو ٹریویس....؟"

"یہاں کوئی ٹریویس نہیں ہے۔" جیمی نے دانت پیس کر کہا۔ "میں جیمی میک گریگر ہوں۔ کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟"

وان مرف کے چہرے پر مزید الجھن کے آثار پیدا ہونے لگے۔ "یقیناً تم نہیں پہچانو گے۔ تمہارے خیال میں تو وہ لڑکا مر چکا ہے۔ تم نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ لیکن میں ناشکر گزار نہیں ہوں وان مرف' میں تمہیں ایک تحفہ دے رہا ہوں۔ تمہارے گھر میں میرا بچہ پروان چڑھے گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی جیمی باہر نکل آیا۔ وان مرف اور مارگریٹ اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ مارگریٹ کا دل شدتِ غم سے پھٹا جا رہا تھا۔

"ذلیل فاحشہ۔" وان مرف اپنی بیٹی کی طرف دیکھ کر پھنکارا۔ "دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے۔"

مارگریٹ حواس باختہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چند منٹ کے اندر دنیا اتنی کیسے بدل گئی۔ جو کچھ ہوا وہ ناقابلِ یقین تھا۔

"دفع ہو۔" وان مرف نے زور سے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ "میں تیری منحوس شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔"

مارگریٹ کو اپنے باپ کا چہرہ کسی پاگل آدمی کے چہرے کی طرح لگ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے مڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

وان مرف نے اسٹور پر "بند ہے" کا بورڈ لٹکا دیا اور خود اندر کمرے میں جا کر بستر پر لیٹ گیا۔ اسے اپنے جسم میں شدید کمزوری کا احساس ہو رہا تھا۔ جب یہ بات شہر میں پھیلے گی تو وہ

URDUMUTRAJUMGROUP

کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ جو کچھ ہوگا وہ ناقابل برداشت ہوگا اسے ہر قیمت پر اس خبر کو چھپانا ہوگا۔ اسے اپنی بیٹی کو کچھ عرصے کے لیے شہر سے باہر بھیجنا ہوگا۔

جب جیمی سن ڈاؤنر ریستوران میں داخل ہوا تو وہاں لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ جیمی کاؤنٹر کی طرف بڑھا اور اس نے سارے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں ذرا تم سب لوگوں کی توجہ چاہتا ہوں۔''

''تمام لوگوں کو میری طرف سے ان کی پسند کے جام....'' جیمی نے کہا۔

''کیا ہیروں کی کوئی نئی کان ہاتھ لگ گئی ہے؟'' کسی نے پوچھا۔

''اس سے بھی زیادہ۔'' جیمی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم سب لوگوں کے لیے ایک دل چسپ اطلاع یہ ہے کہ وان مرف کی غیر شادی شدہ بیٹی مارگریٹ ایک بچے کی ماں بننے والی ہے اور وان مرف چاہتا ہے کہ تم سب لوگ اس کی اس خوشی میں شریک ہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں ایان ٹریویلیس نہیں، بلکہ جیمی میک گریگر ہوں.... مارگریٹ کے ہونے والے بچے کا باپ۔''

''اف میرے خدا۔'' اسمٹ نے آہستہ سے کہا اور اس کے ساتھ ہی پورے ہال میں لوگوں کے قہقہے گونجنے لگے۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر کلپ ڈرفٹ کے سارے لوگوں تک یہ خبر پہنچ گئی تھی۔ سب کو یہ معلوم ہوگیا کہ دولت مند نوجوان ایان ٹریویلیس دراصل جیمی میک گریگر ہے جسے آج سے تقریباً ایک سال پہلے وان مرف نے دھوکے سے لوٹ لیا تھا، اور اب اسی جیمی میک گریگر نے اس طرح سے وان مرف سے اپنا انتقام لیا تھا۔ مارگریٹ کے بارے میں پورے شہر میں طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں۔ اس سادہ اور معصوم سی لڑکی کے بارے میں لوگوں کے خیالات ایک دم بدل گئے۔

وان مرف کو جو اپنے کمرے کے اندر بند تھا، ان ساری باتوں کی کوئی خبر نہیں تھی۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ مارگریٹ کو کلپ ڈرفٹ سے باہر بھیج دے گا۔ جہاں وہ اپنے ہونے والے بچے کو جنم دے سکے اور پھر بعد میں سوچے گا کہ اس بچے کا کیا کیا جائے۔ اسے یقین تھا کہ شہر والوں کو اس واقعے کی خبر ہونے سے پہلے ہی یہ بندوبست کرلے گا۔

وان مرف کئی گھنٹے کے بعد اپنے کمرے سے نکل کر باہر آیا اور تھوڑی دیر میں وہ سڑک پر تھا۔

''شام بہ خیر وان مرف!'' کسی نے کہا۔ ''میں نے سنا ہے کہ اب تم اپنے اسٹور میں ننھے بچوں کے کپڑے بھی رکھنے والے ہو؟'' اور کہنے والا ہنستا ہوا گزر گیا۔

''مبارک ہو وان مرف۔'' ایک اور شخص نے کہا۔ ''تمہارے خاندان میں ایک فرد کا اضافہ ہونے والا ہے؟''

''تمہیں نواسے کی خواہش ہے یا نواسی کی وان مرف؟'' کسی اور نے فقرہ کسا۔

وان مرف پریشان ہوکر واپس اپنے اسٹور میں چلا گیا اور اس نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

جیمی جب واپس اپنے ہوٹل میں پہنچا تو مارگریٹ اس کا انتظار کررہی تھی۔

''تم یہاں کیا کررہی ہو؟'' جیمی نے لاتعلقی سے پوچھا۔

''میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں ٹریویلیس۔ میرا مطلب ہے جیمی۔''

''ہمارے درمیان بات کرنے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا ہے۔'' جیمی نے خشکی سے کہا۔

''جیمی، میں اب بس تم سے محبت کرتی ہوں۔'' مارگریٹ نے کہا۔ ''مجھ سے نفرت مت کرو جیمی۔ میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔''

''تم وان مرف کی بیٹی ہو۔'' جیمی نے سرد لہجے میں کہا۔ ''تم اس کے نواسے یا نواسی کی ماں بننے والی ہو۔ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چلی جاؤ....''

مارگریٹ کہاں جاسکتی تھی؟ اسے اپنے باپ سے محبت تھی۔ اور اسے اس سے معافی کی ضرورت تھی، لیکن وہ اپنے باپ کو جانتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا، لیکن باپ کے گھر جانے کے علاوہ مارگریٹ کے پاس اور کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا۔

مارگریٹ ہوٹل سے نکل کر اپنے باپ کے اسٹور کی طرف روانہ ہوگئی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کے پاس سے گزرنے والا ہر شخص اس کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ بعض لوگ بڑے معنی خیز انداز میں مسکرائے بھی، لیکن مارگریٹ اپنا سر بلند کیے ہوئے اعتماد کے ساتھ چلتی رہی۔

''پاپا۔'' مارگریٹ نے اندرونی کمرے میں داخل ہوکر آہستہ سے کہا۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم آج ہی رات اس شہر سے چلی جاؤ۔'' وان مرف نے پھنکارتے ہوئے کہا۔ ''اس کے بعد پھر مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔ سن رہی ہو نا؟'' اور اس نے اپنی جیب میں سے کچھ رقم نکال کر فرش پر پھینک دی۔ ''یہ رقم اٹھاؤ اور یہاں

URDUMUTRAJUMGROUP

سے اپنا کالا منہ لے کر نکل جاؤ۔‘‘

’’میں .... تمہاری بیٹی ہوں پاپا۔‘‘ مارگریٹ نے آہستہ سے کہا۔

’’اور تم شیطان کے بچے کی ماں بننے والی ہو۔‘‘ وان مرف نے حقارت سے کہا۔ ’’لوگ مجھ پر ہنس رہے ہیں۔ مگر جب تم چلی جاؤ گی تو وہ اس بات کو بھول جائیں گے۔‘‘

مارگریٹ نے ایک آخری نظر اپنے باپ پر ڈالی اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

شہر کے مضافات میں یک سستا سا بورڈنگ ہاؤس تھا جس کی مالکہ مسز اوونیس تھی۔ اس کی عمر پچاس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ وہ ایک خوش مزاج اور مہربان دل عورت تھی۔ مارگریٹ کو یہی جگہ ایسی نظر آئی جہاں اسے پناہ مل سکتی تھی۔

’’مسز اوونیس کیا تم مجھے یہاں کوئی کام فراہم کر سکتی ہو؟‘‘

’’کام؟‘‘ مسز اوونیس نے حیرت سے کہا۔ اس وقت تک اسے سارے واقعے کی اطلاع مل چکی تھی۔ ’’تم کیا کام کر سکتی ہو؟‘‘

’’ہر قسم کا کام۔‘‘ مارگریٹ نے جواب دیا۔ اور مسز اوونیس نے اس زخم خوردہ، کانپتی ہوئی سترہ سالہ لڑکی کو ترحم آمیز نظروں سے دیکھا اور اس کا دل ہمدردی کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔

’’میں تمہیں قیام و طعام کی سہولتوں کے ساتھ ڈیڑھ پاؤنڈ ماہانہ دے سکتی ہوں۔‘‘ مسز اوونیس نے کہا۔ ’’اس سے زیادہ میری سکت نہیں ہے۔‘‘

’’مجھے منظور ہے۔‘‘ مارگریٹ نے کہا۔

☆☆☆

جیمی میک گریگر کی دولت میں دن دونا اضافہ ہو رہا تھا۔ اس نے ایک بہت بڑا مکان خرید لیا تھا جہاں کئی نوکر تھے۔ بہت سے لوگ تھے۔ جو جیمی میک گریگر کے لیے کام کر رہے تھے۔ اس کے خرچ پر ہیرے تلاش کرنے جاتے تھے اور کامیابی کی صورت میں جیمی انہیں ان کا حصہ ادا کر دیتا تھا۔ جیمی کی دولت امر بیل کی طرح بڑھتی جا رہی تھی۔

وہ اپنے گھر والوں کو بڑی بڑی رقمیں بھیج چکا تھا۔ جیسے جیسے جیمی کی شہرت پھیلتی گئی، ہیروں کی تلاش کرنے والے زیادہ سے زیادہ لوگ اس کا تعاون چاہنے لگے۔ اور جیمی کی دولت میں ان لوگوں کی محنت سے برابر اضافہ ہوتا گیا۔

شہر میں دو بینک تھے اور جب ان میں سے ایک بینک دیوالیہ ہو گیا تو جیمی نے اسے خرید لیا۔ اور اپنے دوست وان ... نام ...

جیمی مٹی بھی چھوتا تو وہ سونا بن جاتی تھی۔

وان مرف کو سب سے پہلا دھکا تو آج سے تقریباً ایک سال پہلے اس وقت پہنچا تھا۔ جب نمیب ڈیزرٹ میں ہیروں کی زبردست چوری ہوئی تھی۔ اور نا معلوم چور تقریباً پانچ لاکھ پاؤنڈ مالیت کے ہیرے چرا لے گئے تھے۔ نمیب ڈیزرٹ میں دو پارٹنر اور بھی تھے، لیکن سب سے بڑا پارٹنر وان مرف خود تھا اور اسی لیے نقصان کا اصل بوجھ بھی اسی کو برداشت کرنا تھا۔

پہلے تو وان مرف ہیروں کی تلاش میں آنے والے لوگوں کو اپنے دام میں پھنسا کر انہیں پارٹنر شپ کا جھانسا دے کر خوب دولت کماتا تھا، لیکن اب صورت حال بدل گئی تھی۔ ہیروں کی تلاش میں آنے والے اب سارے لوگ جیمی میک گریگر سے پارٹنر شپ کرتے تھے۔ وان مرف کے سارے کارندے، جن میں اسمٹ بھی شامل تھا، اب جیمی کے لیے کام کر رہے تھے۔ وان مرف کی آمدنی کے راستے بند ہو گئے تھے۔ اس کا اسٹور بھی زیادہ تر بند رہتا تھا اور وہ وہسکی کے نشے میں گھر کے اندر پڑا رہتا تھا۔ خریداروں کے لیے اب دوسرے کئی اسٹور موجود تھے۔ وان مرف گھر سے بہت کم باہر نکلتا تھا۔

رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وان مرف نے بینک سے قرض لینا شروع کر دیا۔ وان مرف کو قرض دینے والا جیمی کا بینک تھا۔ اس نے اپنے بینک منیجر کو ہدایت کر دی کہ وان مرف کو پوری دریا دلی سے قرض دیا جائے اور اس سے رقم کی واپسی کا کوئی مطالبہ نہ کیا جائے۔ بینک منیجر نے کہا بھی کہ وان مرف کے پاس اب اتنے اثاثے نہیں ہیں کہ اسے بڑی بڑی رقمیں قرض دی جائیں۔ لیکن جیمی نے اس سے کہا کہ وہ وان مرف کو بے دریغ قرض دے۔ جتنا وہ مانگتا ہے وہ اتنا قرض دے۔

مارگریٹ مسز اوونیس کے بورڈنگ ہاؤس میں کام کر رہی تھی۔ کبھی کبھی راستے میں جیمی سے اس کی مڈبھیڑ ہو جاتی، لیکن جیمی اس سے کوئی بات کیے بغیر نکل جاتا۔ جیمی نے اب ایک سے زائد کاروباری ادارے قائم کر لیے تھے۔ اس کے پاس دولت اب ہر طرف سے کھنچی چلی آ رہی تھی۔ جیمی نے نمیب ڈیزرٹ میں وان مرف کے دونوں پارٹنروں کے حصص کو خاموشی کے ساتھ خرید لیا تھا۔ اور اب وہ عنقریب وان مرف کا حصہ بھی حاصل کر لینے کا خواہش مند تھا۔

وان مرف کے قرضوں میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ شہر میں کوئی بھی اب اسے رقم دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وان مرف کو قرض صرف اس بینک سے مل سکتا تھا جو جیمی کی ملکیت تھا اور جیمی کی طرف سے اپنے منیجر کو ہدایت تھی کہ وان مرف جتنا

URDUMUNTRAJUMGROUP

بھی قرض مانگے، اسے دے دیا جائے۔

وان مرف کا جنرل اسٹور اب شاذ و نادر ہی کھلتا تھا۔ وان مرف صبح سے لے کر سہ پہر تک اپنے کمرے میں پڑا شراب پیتا رہتا تھا۔ اور شام کو وہ میڈم اگسن کے قحبہ خانے میں چلا جاتا تھا۔ میڈم اگسن کا قحبہ خانہ شہر کا سب سے زیادہ معیاری قحبہ خانہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایک مہنگا قحبہ خانہ تھا اور یہاں مردوں کا دل بہلانے کے لیے نوجوان اور حسین عورتیں ہمہ وقت موجود رہتی تھیں۔ جیمی بھی اکثر راتیں اس قحبہ خانے میں گزارتا تھا۔

وان مرف کے پاس جتنے بھی اثاثے تھے، ان سب کو وہ رہن رکھ کر قرض لے چکا تھا۔ ان میں نمیب ڈیزرٹ میں اس کا حصہ بھی شامل تھا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے گھوڑے اور گاڑی کو بھی رہن رکھ چکا تھا۔ اور اب جیمی کی باری تھی۔

''وان مرف کا سارا حساب تیار کرو۔'' ایک دن اس نے اپنے بینک منیجر کو ہدایت دی۔ ''اسے نوٹس دو کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر سارا قرض ادا کردے ورنہ اس کی ساری جائیداد قرق کرلی جائے گی۔ صرف چوبیس گھنٹے کا نوٹس....''

جیمی اپنے دفتر کی عمارت کی کھڑکی سے وان مرف کو اسٹور سے باہر نکلتے دیکھ رہا تھا۔ وان مرف کی ساری جائیداد قرق کرلی گئی تھی۔ اس کے پاس اب کچھ نہیں باقی بچا تھا۔ وہ اسٹور کے سامنے کھڑا ہوا پلکیں جھپکا کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ کیا کرے اور کہاں جائے۔ اس کا سب کچھ چھینا جا چکا تھا۔

اس رات جب جیمی میڈم اگسن کے قحبہ خانے میں گیا تو میڈم اگسن نے اس سے کہا۔ ''کیا تم نے خبر سنی جیمی؟ اب سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے وان مرف مر گیا؟''

وان مرف کی تدفین شہر سے باہر قبرستان میں ہوئی۔ دفنانے والے عملے کے علاوہ تدفین کے موقع پر صرف دو افراد موجود تھے۔ جیمی اور مارگریٹ۔ مارگریٹ ایک ڈھیلا ڈھالا سا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ وہ زرد اور بیمار نظر آ رہی تھی۔ وہ دونوں قبر کی مخالف سمتوں میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور تابوت کو قبر میں اتارے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ مارگریٹ نے جیمی کی طرف دیکھا اور ایک لمحے کے لیے دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں، اور تب مارگریٹ کو جیمی سے شدید نفرت پیدا ہوئی۔ اس نے جیمی کی طرف سے اپنی نظریں ہٹائیں اور قبر میں رکھے ہوئے تابوت کو دیکھنے لگی۔ جب اس نے دوبارہ جیمی کی طرف دیکھا تو جیمی جا چکا تھا۔

کلپ ڈرفٹ میں لکڑی کی دو عمارتیں موجود تھیں جو اسپتال کا کام دیتی تھیں۔ لیکن وہ اس قدر گندی اور مضر صحت تھیں کہ وہاں اچھے ہونے والوں کے مقابلے میں مرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ بچوں کی ولادت گھروں میں ہی ہوا کرتی تھی۔ جب مارگریٹ کے ہاں ولادت کا وقت آن پہنچا تو مسز اووینس نے ایک سیاہ فام دائی کی خدمات حاصل کیں، جس کا نام حنا تھا۔

اس رات مارگریٹ نے ایک صحت مند اور خوب صورت لڑکے کو جنم دیا۔ مارگریٹ نے اس کے باپ کے نام پر اس کا نام بھی جیمی رکھا۔

مارگریٹ کو امید تھی کہ لڑکے کی پیدائش کی خبر سن کر جیمی ضرور اس کے پاس آئے گا اور اپنے بیٹے کو دیکھے گا۔ لیکن دن پر دن گزرتے گئے اور جیمی نے پلٹ کر خبر بھی نہ لی۔ تب اس نے ایک لڑکے کے ہاتھ جیمی کو پیغام بھجوایا۔ لڑکا واپس آ گیا اور اس نے بتایا کہ جیمی کہتا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔

کئی ہفتے گزر گئے۔

''کوئی بات نہیں۔'' مارگریٹ نے سوچا۔ ''جیمی کا بیٹا خود اس کے پاس جائے گا۔''

چند روز کے بعد مارگریٹ نے مسز اووینس کو بتایا کہ وہ ایک ہفتے کی چھٹی پر باہر جانا چاہتی ہے۔ مسز اووینس نے اس سے کہا کہ بچہ چھوٹا ہے اور سفر کرنے کے قابل نہیں ہے۔ لیکن مارگریٹ نے کہا کہ وہ بچے کو ساتھ نہیں لے جائے گی وہ شہر میں ایک جگہ اس کا بندوبست کرکے جائے گی۔

جیمی میک گریگر نے ایک بہت بڑا مکان بنوالیا تھا جس کے اردگرد بڑا خوب صورت باغ تھا۔ یوجینا ٹیلی نامی ایک معمر عورت گھر کے سارے انتظامات سنبھالتی تھی اور سارے نوکروں کی نگرانی کرتی تھی۔

مارگریٹ صبح دس بجے اپنے بچے کو گود میں لیے ہوئے جیمی کے گھر پہنچی۔ اسے معلوم تھا کہ جیمی اس وقت دفتر میں ہوگا۔ مسز ٹیلی نے دروازہ کھولا اور حیرت سے مارگریٹ اور اس کے بچے کو دیکھنے لگی۔ پورے شہر کے لوگوں کی طرح مسز ٹیلی کو بھی اس واقعے کی ساری تفصیلات کا علم تھا۔

''مسٹر میک گریگر گھر پر نہیں ہیں۔'' مسز ٹیلی نے کہا۔ اور دروازہ بند کرنے لگی۔ مارگریٹ ایک دم اندر داخل ہوگئی۔

''میں مسٹر میک گریگر سے ملنے نہیں آئی ہوں۔'' مارگریٹ نے کہا۔ ''میں ان کے بیٹے کو ان کے پاس لائی ہوں۔''

''معاف کرنا مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔'' مسز ٹیلی نے گھبرا کر کہا۔ ''بہتر ہے کہ تم اسے لے جاؤ۔''

''میں ایک ہفتے کے لیے باہر جا رہی ہوں۔'' مارگریٹ نے مسز ٹیلی کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''جب میں واپس

URDUMUTRAJUMGROUP

آؤں گی تو اسے لے جاؤں گی۔ اس کا نام جیمی ہے۔''

''نہیں۔'' مسز ٹیلی سخت خوف زدہ ہوگئی۔ ''تم اسے یہاں نہیں چھوڑ سکتیں۔ مسز میک گریگر.....''

''اگر تم اسے نہیں سنبھالتیں تو میں اسے سیڑھیوں پر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔'' مارگریٹ نے کہا اور بچے کو مسز ٹیلی کے بازوؤں میں تھما کر وہاں سے چل دی۔ مسز ٹیلی کچھ نہ کر سکی۔

مسز ٹیلی نے جیمی میک گریگر کو کبھی اس قدر غیظ و غضب کے عالم میں نہیں دیکھا تھا۔

''تم نے کس قدر حماقت کا مظاہرہ کیا ہے۔'' جیمی دھاڑ رہا تھا۔ ''تمہیں چاہیے تھا کہ اسے باہر نکال کر دروازہ بند کر لیتیں۔''

''اس نے مجھے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔'' مسز ٹیلی نے خجالت سے کہا۔ ''وہ ایک ہفتے کے بعد آ کر اسے لے جائے گی۔''

''میری طرف سے جہنم میں جائے۔'' جیمی نے چیخ کر کہا۔

''میں اس بچے کا کیا کروں؟ تم نے فیاضی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تم ہی اسے بھگتو۔ اب تم ہی اسے سنبھالو ورنہ کسی کو دے آؤ۔''

''میں اسے سنبھال لوں گی۔'' مسز ٹیلی نے کہا۔ اور اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔

اس رات جیمی میک گریگر بڑا بے چین رہا۔ کئی بار اس کے کانوں میں بچے کے رونے کی آوازیں آئیں۔ اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ لیکن اسے حیرت اس بات پر تھی کہ اسے بچے کے رونے پر غصہ نہیں آ رہا تھا۔ اور صبح کو اسے اس وقت اپنے آپ پر مزید حیرت ہوئی جب اس نے مسز ٹیلی سے بچے کے بارے میں بالکل غیر ارادی طور پر پوچھا۔ ''وہ کیسا ہے؟ میں نے رات کوئی بار اس کے رونے کی آواز سنی۔''

''وہ بالکل ٹھیک ہے۔ مسٹر میک گریگر۔'' مسز ٹیلی نے چہکتے ہوئے کہا۔ ''بچے تو رویا ہی کرتے ہیں۔''

اور اگلی رات کو مسٹر جیمی کے قدم خود بہ خود مسز ٹیلی کے کمرے کی طرف اٹھ گئے جہاں وہ بچے کے گہوارے کے پاس بیٹھی ہوئی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ مسز ٹیلی اسے دیکھ کر ایک دم کھڑی ہوگئی۔ ''مسٹر میک گریگر کیا تمہیں کسی کام کے لیے میری ضرورت ہے؟''

''نہیں مسز ٹیلی؟'' جیمی نے کچھ جھینپتے ہوئے جواب دیا۔ ''مجھے ذرا بچے کے رونے کے شور سے کچھ تکلیف ہو رہی تھی۔'' وہ گہوارے کے پاس آ کر بچے کو دیکھنے لگا۔

جیمی نے پہلی مرتبہ اپنے بیٹے کو دیکھا اور یکایک اس کا دل ایک عجیب سے احساس مسرت سے سرشار ہوگیا۔ بچہ بہت خوب صورت اور صحت مند تھا۔ جیمی تھوڑی دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد اپنے کمرے میں واپس آ گیا' لیکن اس کی نیند اچاٹ ہو چکی تھی۔

جیمی میک گریگر کے مختلف اداروں میں کام کرنے والوں کی تعداد تقریباً پچاس تھی۔ انہی میں ایک سولہ سالہ امریکی لڑکا ڈیوڈ بلیک ویل بھی تھا' وہ ایک فورمین کا بیٹا تھا جو ہیروں کی تلاش میں جنوبی افریقہ آیا تھا لیکن اسے کچھ نہ مل سکا اور اس کے پاس رقم ختم ہوگئی۔ فورمین کو جیمی نے اپنی ایک کان پر کام کرنے کے لیے بھیج دیا اور اس کے بیٹے' ڈیوڈ بلیک ویل کو جیمی نے اپنی کمپنی میں ملازم رکھ لیا۔ ڈیوڈ بلیک ویل ایک نہایت ذہین اور ہوشیار لڑکا ثابت ہوا اور اس نے جیمی کا اعتماد حاصل کر لیا۔

''ڈیوڈ' کیا تم جانتے ہو کہ بچے کن چیزوں سے بہلتے ہیں؟'' صبح کو جیمی نے ڈیوڈ سے پوچھا۔

''کھلونوں سے۔'' ڈیوڈ نے جواب دیا۔

''تو پھر ڈھیر سے کھلونے لے آؤ۔'' جیمی نے کہا۔

ایک ہفتے کے بعد مارگریٹ ٹھیک ایسے وقت پر واپس آئی جب جیمی گھر میں موجود تھا۔ جیمی نے اسے پیشکش کی کہ وہ بچے کو پالنے کے لیے تیار ہے۔ مارگریٹ نے یہ پیشکش مسترد کر دی اور کہا کہ اسے اپنا بچہ واپس چاہیے۔

''ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔'' جیمی نے کہا۔ ''تم بچے کے ساتھ یہاں رہ سکتی ہو۔ اس کی گورنس کی حیثیت سے۔ تم اور کیا چاہتی ہو؟''

''میں اس کی گورنس کی حیثیت سے نہیں۔ اس کی ماں کی حیثیت سے رہنا چاہتی ہوں۔'' مارگریٹ نے کہا۔ ''مجھے اپنے بچے کے لیے اس کے باپ کا نام چاہیے۔'' جیمی نے کوئی جواب نہ دیا اور مارگریٹ اپنے بیٹے کو لے کر وہاں سے چلی گئی۔

اس سے اگلی صبح مارگریٹ نے امریکا جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے اتنی رقم جمع کر لی تھی کہ اب وہ یہاں سے امریکا کا سفر کر سکتی تھی۔ وہ جیمی کے رویے سے بالکل ہی دل برداشتہ ہوگئی تھی۔ جیمی اس کے بچے کو رکھنے کے لیے تیار تھا لیکن اسے اپنی بیوی بنانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اور یہ صورت حال مارگریٹ کے لیے قابل قبول نہیں تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ جنوبی افریقہ کی سرزمین کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے گی۔

جیمی نے ڈیوڈ بلیک ویل کو بلایا اور اس سے کہا۔ ''تمہیں

ایک اہم کام انجام دینا ہے ڈیوڈ۔ تم مسز اوونیس کے بورڈنگ ہاؤس جاؤ اور وہاں مارگریٹ وان مرف نامی خاتون سے ملو اور اس سے کہنا کہ میں اسے بیس ہزار پاؤنڈ کی پیشکش کر رہا ہوں۔ اسے معلوم ہے کہ مجھے اس کے بدلے میں کیا چاہیے۔'' اور جیمی نے تین ہزار پاؤنڈ کا چیک لکھ کر ڈیوڈ کو دے دیا۔ ڈیوڈ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا۔ اس نے چیک کے پھٹے ہوئے ٹکڑے جیمی کے حوالے کر دیے۔

''شاید وہ زیادہ رقم کی طلب گار ہے۔'' جیمی نے سوچا۔ اسی سہ پہر کو وہ مسز اوونیس کے بورڈنگ ہاؤس پہنچا۔

''مجھے مس مارگریٹ وان مرف سے ملنا ہے۔'' اس نے مسز اوونیس سے کہا۔

''مجھے افسوس ہے کہ تم اب اس سے نہیں مل سکتے۔'' مسز اوونیس نے کہا۔ ''وہ امریکا روانہ ہو چکی ہے۔''

جیمی کے پیٹ پر جیسے کسی نے زوردار گھونسا مار دیا ہو۔ اسے ساری دنیا خالی خالی لگنے لگی۔

''وہ کب گئی؟'' جیمی نے پوچھا۔

''وہ اور اس کا بیٹا دوپہر کی گاڑی سے ووسٹر روانہ ہو گئے ہیں۔'' مسز اوونیس نے کہا۔ ''وہاں سے وہ ٹرین کے ذریعے کیپ ٹاؤن جائیں گے اور پھر امریکا۔''

جیمی جب ووسٹر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچا تو کیپ ٹاؤن جانے والی ٹرین وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ اس میں بہت رش تھا۔ جلد ہی جیمی نے مارگریٹ کو ڈھونڈ نکالا۔ مارگریٹ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''اپنا سامان اتارلو۔'' جیمی نے حکمیہ انداز میں اس سے کہا۔ ''تم کہیں نہیں جا رہی ہو۔''

''اس بار تم کتنی رقم کی پیش کش کر رہے ہو؟'' مارگریٹ نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''جیمی نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا جو مارگریٹ کے بازوؤں میں بڑے آرام سے سو رہا تھا۔

''میں تمہیں شادی کی پیشکش کر رہا ہوں۔'' جیمی نے کہا۔

اس کے تین روز بعد ایک مختصر اور سادہ سی تقریب میں ان کی شادی ہو گئی۔ شادی کے موقع پر صرف ڈیوڈ بلیک ویل ہی موجود تھا۔

جب وہ گھر واپس آئے تو جیمی نے مارگریٹ سے کہا۔ اگر تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو ڈیوڈ بلیک ویل کو بتا دینا۔''

مارگریٹ نے وہ رات تنہا اپنے بیڈ روم میں گزاری اور اس کے بعد آنے والی تمام راتیں اس نے تنہا ہی گزاریں۔ جیمی اس کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رکھتا تھا۔ اسے صرف اپنے بیٹے سے دلچسپی تھی۔ جیمی جب گھر پر موجود ہوتا تو اپنے بیٹے کے ساتھ کھیلتا رہتا۔ لیکن باہر کے لوگوں کو ان دونوں کے درمیان اس کشیدگی کی کوئی خبر نہیں تھی۔ وہ سب لوگ مارگریٹ کو ایک بہت خوش قسمت عورت سمجھتے تھے۔ ایک ہی دن کے اندر مارگریٹ کا سماجی رتبہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا تھا۔ وہ اب مسز مارگریٹ میک گریگر تھی۔ اور جب ننھے جیمی کو ساتھ لے کر باہر نکلتی تو ہر طرف سے لوگ دعا سلام کے لیے بڑھتے۔ اس پر دعوت ناموں کی بوچھاڑ ہو جاتی۔

مارگریٹ کی امیدوں کا واحد مرکز اس کا بیٹا تھا۔ وہ اسی کو دیکھ کر جی رہی تھی۔ اس کا شوہر تو اس سے آج بھی اتنا ہی دور تھا جتنا کہ پہلے تھا۔ لیکن مارگریٹ کو اپنے شوہر سے محبت تھی۔ اس کی تمام تر بے التفاتی سرد مہری اور توہین آمیز رویے کے باوجود وہ اس سے محبت کرتی تھی۔

جیمی کو کاروباری سلسلے میں کیپ ٹاؤن جانا پڑا۔ وہاں اس کی ملاقات بانڈا سے ہوئی۔ دونوں پرانے دوست ایک دوسرے سے مل کر بے حد خوش ہوئے۔ بانڈا کو جیمی میک گریگر کی خوشحالی اور کاروباری ترقی کے بارے میں سب کچھ پہلے ہی سے معلوم تھا۔ اسے وان مرف کی موت' مارگریٹ کے ہاں بچے کی پیدائش اور جیمی کی شادی کے بارے میں سب کچھ پتا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ہیروں کا علاقہ نمیب ڈیزرٹ جو پہلے وان مرف اور اس کے پارٹنروں کی ملکیت تھا۔ اب پورے طور سے جیمی کی ملکیت ہے۔ بانڈا خود اب ایک فارم کا مالک تھا۔ اس نے شادی کر لی تھی اور خوشحالی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔

''میں تم سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔'' بانڈا نے جیمی سے کہا۔ ''میں تمہیں ایک معاملے میں خبردار کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ کیا؟'' جیمی نے پوچھا۔

''نمیب ڈیزرٹ میں تمہارا سپروائزر۔ زیمبر مین سیاہ فام کارکنوں پر بہت ظلم کر رہا ہے۔ کارکن اس سے شدید نفرت کرتے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ کسی دن ظلم سے تنگ آ کر وہ بغاوت کر دیں گے۔ تمہارا بہت نقصان ہو جائے گا جیمی' افریقہ افریقیوں کا ہے اور یہ بات اب مقامی لوگ پہلے سے زیادہ بہتر سمجھنے لگے ہیں۔ تم نے سیاہ فام افریقی رہنما جون مینگو جاوابو کا نام سنا ہوگا۔''

''میں نے اس کے بارے میں پڑھا ہے۔'' جیمی نے کہا۔ ''وہ ایک طوفان کھڑا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

URDU DIGEST GROUP

''میں اس کے بیروں میں سے ایک ہوں۔'' بانڈا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' جیمی نے کہا۔ ''میں نمیب ڈیزرٹ کے حالات سدھارنے کے لیے جو کچھ کرسکتا ہوں کروں گا۔''

''یہ اچھی بات ہوگی۔'' بانڈا نے کہا۔ ''تم ایک دولت مند اور طاقت ور آدمی ہو جیمی! اور مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہے۔ میں نمیب ڈیزرٹ میں اپنے ساتھیوں کو بتاؤں گا کہ حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ وہ اطمینان رکھیں۔''

''ہاں بانڈا' یہ میرا وعدہ ہے۔'' جیمی نے کہا۔

جیمی نے کلپ ڈرفٹ واپس جانے کے بعد ڈیوڈ کو نمیب ڈیزرٹ بھیجا اور ڈیوڈ نے زیرمین سے کہا کہ باس کی ہدایت ہے کہ کالوں پر ظلم بند کیا جائے۔ ان کی اجرتوں میں اضافہ کیا جائے لیکن زیرمین ایک سخت گیر آدمی تھا۔

۱۸۹۰ء تک کلپ ڈرفٹ ایک بڑا شہر بن چکا تھا۔ جیمی کو یہاں رہتے ہوئے سات سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس کے بیٹے کی عمر اب چھ سال کے قریب تھی اور گھر کے اندر جیمی کی توجہ صرف اپنے بیٹے پر مرکوز رہتی تھی۔ مارگریٹ کے ساتھ اس کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ جیمی نے اب اپنے سارے کاروباری اداروں کو ملا کر ایک واحد بڑی کمپنی قائم کردی تھی۔ جس کا نام اس نے کروگر برینٹ کمپنی رکھ دیا تھا۔ ڈیوڈ بلیک ویل' جو پہلے جیمی کا سیکریٹری تھا' بعد میں اس کا پرسنل اسسٹنٹ بنا اور اب اکیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد اس کے کاروبار کا جنرل منیجر تھا۔ ڈیوڈ ایک نہایت محنتی' ایماندار' ہوشیار اور ذہین انسان ثابت ہوا تھا اور جیمی نے اس کی صلاحیتوں کو پہچان کر اس کی پوری قدر کی تھی۔

مارگریٹ کی شادی شدہ زندگی میں صرف ایک رات ایسی آئی تھی جب جیمی شراب کے نشے میں دھت رات کے وقت اس کے کمرے میں آ گیا تھا۔ وہ واحد رات تھی جو انہوں نے میاں بیوی کی حیثیت میں گزاری۔ اور اس کے بعد مارگریٹ نے ایک خوب صورت بچی کو جنم دیا۔ اس نے اپنی بچی کا نام کیٹ رکھا۔ مارگریٹ کے بیٹے اور بیٹی کی عمروں میں چھ سال کا فرق تھا۔

اور اسی دن' جب کہ جیمی اپنے شاندار آفس میں بیٹھا ہوا تھا' اچانک بانڈا بغیر کسی پیشگی اطلاع اور دستک کے دروازہ کھول کر اندر گھس آیا۔

''ارے تم؟'' جیمی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''خیریت تو ہے؟''

''نمیب ڈیزرٹ میں فساد ہوگیا ہے۔'' بانڈا نے اسے بتایا۔

''کیا؟'' جیمی نے پریشان ہوکر کہا۔ ''کیا ہوا؟''

''ایک سیاہ فام لڑکا' جس کی عمر صرف بارہ سال کی تھی' ایک ہیرا چراتے ہوئے پکڑا گیا۔'' بانڈا نے بتایا۔ ''تمہارے سپروائزرز زیرمین نے دوسرے تمام کارکنوں کے سامنے اس کے کوڑے لگوائے۔ لڑکا مرگیا اور سیاہ فام کارکن بے قابو ہوگئے۔''

''میرے خدا۔'' جیمی نے اپنا سر پکڑ لیا۔ ''میں نے اس کم بخت کو ہدایت دی تھی کہ کسی کو کوڑے نہ مارے جائیں۔ میں اسے نکال باہر کروں گا۔''

''اب یہ ممکن نہیں۔'' بانڈا نے جواب دیا۔

''کیوں؟'' جیمی نے پوچھا۔

''کالے اسے پکڑ کر لے گئے ہیں۔'' بانڈا نے کہا۔ ''اب اس کا کوئی پتا نشان نہیں مل سکتا۔ انہوں نے اب تک اس کا خاصا وقت ضائع کیا ہوگا۔ صورت حال قابو سے باہر ہے۔''

جیمی فوراً ہی نمیب ڈیزرٹ کے لیے روانہ ہوگیا۔ بانڈا نے سمجھایا بھی کہ اس کا وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں ہے' کیونکہ جس لڑکے کو مارا گیا ہے' اس کا تعلق بارولونگ قبیلے سے ہے' اور یہ لوگ نہ تو فراموش کرتے ہیں اور نہ معاف کرتے ہیں۔ لیکن جیمی نہیں مانا۔

جیمی نے وہاں پہنچتے ہی سفید فام پولیس والوں کو فائرنگ سے روکا۔ میدان سیاہ فام مردوں اور عورتوں اور بچوں کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا۔ لکڑی کی عمارتیں دھڑا دھڑ جل رہی تھیں۔ جیمی نے کالے لوگوں کے لیڈر کو بلوا کر سمجھانے کی کوشش کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ کالے لوگوں کے لیڈر نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔ زیرمین کی تلاش جاری تھی لیکن اس کا کوئی پتا نہ تھا۔

اچانک پیچھے سے ایک گھڑسوار تیزی سے بھاگتا ہوا آیا۔ وہ ڈیوڈ تھا۔ وہ قریب آتے ہی اپنے گھوڑے پر سے کود پڑا۔

''مسٹر میک گریگر۔'' ڈیوڈ نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا بیٹا غائب ہوگیا ہے۔''

کلپ ڈرفٹ کی آدھی آبادی جیمی کے بیٹے کی تلاش میں تھی۔ آس پاس کے علاقوں کا کونہ کونہ چھان مارا گیا تھا۔ لیکن ننھے جیمی کا کوئی سراغ نہ ملا۔ مارگریٹ کا شدت غم سے برا حال تھا۔ وہ اپنے کمرے میں بنھی کیٹ کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی اور خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی۔

آدھی رات کو مارگریٹ کے بیڈ روم کی کھڑکی آہستہ سے کھلی۔ کود کر اندر آنے والا بانڈا تھا۔ وہ کیٹ کے گہوارے میں

URDU DUNIA GROUP

دوسری لڑکیوں کے لیے باعث کشش ہوتی تھیں۔ وہ ڈیوڈ کے ساتھ کانوں میں جاتی' مختلف اداروں میں جاتی۔ انسانوں اور مشینوں کو کام کرتے ہوئے دیکھتی اور ان ساری باتوں سے اسے بڑا سکون حاصل ہوتا۔ اس کے اندر یہ احساس پیدا ہوتا کہ یہ سارے ادارے' یہ ساری دولت' یہ ساری کانیں' یہ سب اس کی ہیں' وہ ایک دن ان کی مالکہ بنے گی....

جب کیٹ چودہ سال کی ہوئی تو مارگریٹ نے اسے لندن کے اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیج دیا۔ کیٹ وہاں جانے کے لیے بالکل تیار نہیں تھی۔ لیکن مارگریٹ اور ڈیوڈ کے سمجھانے سے وہ بہ مشکل اس کے لیے آمادہ ہوئی۔ ان لوگوں نے کلپ ڈرفٹ سے کیپ ٹاؤن تک کا سفر اپنی پرائیویٹ ریلوے کار میں کیا اور وہاں سے وہ جہاز کے ذریعے ساؤتھیمپٹن روانہ ہوگئے۔ مارگریٹ کیپ ٹاؤن سے واپس کلپ ڈرفٹ چلی گئی اور ڈیوڈ کیٹ کو ساتھ لے کر ساؤتھیمپٹن (انگلینڈ) روانہ ہوگیا۔

اسکول کے شب و روز کیٹ کے لیے سخت اکتا دینے والے تھے۔ اسے یہاں کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔ ڈیوڈ بیچ میں ایک بار کاروباری سلسلے میں لندن آیا اور اس نے کیٹ سے ملاقات کی۔ کیٹ کے لیے وہ بڑا خوشگوار دن تھا۔

گرمیوں کی تعطیلات میں کیٹ گھر آئی اور اس کی ماں نے محسوس کیا کہ کیٹ لندن جا کر بالکل خوش نہیں ہے۔ تاہم اسے امید تھی کہ وہ آہستہ آہستہ اس نئے ماحول کی عادی ہوجائے گی اور اسکول سے کچھ سیکھ کر ہی نکلے گی۔

اس سے اگلے سال جب کیٹ چھٹیوں میں گھر آئی تو کلپ ڈرفٹ کے بہت سے متمول اور صاحب حیثیت نوجوان اس کے اردگرد منڈلانے لگے۔ لیکن کیٹ نے ان میں سے کسی میں بھی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ ڈیوڈ ان دنوں امریکا گیا ہوا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو کیٹ اس سے مل کر بہت خوش ہوئی۔

بالآخر کیٹ نے اسکول کی تعلیم ختم کرلی اور جب وہ گھر واپس آئی تو اسے یہ دیکھ کر سخت صدمہ ہوا کہ اس کی ماں بیمار تھی۔ وہ بہت کمزور اور زرد ہوگئی تھی۔ اور اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔

کیٹ اپنی ماں کے بستر کے برابر بیٹھ گئی۔ ''ممی' تمہیں کیا ہوگیا ہے؟'' اس نے گلوگیر آواز میں کہا۔

مارگریٹ نے کیٹ کا ہاتھ تھام لیا اور کمزور آواز میں بولی'' میں تیار ہوں ڈارلنگ' میرا خیال ہے کہ میں اسی وقت سے تیار ہوں جب تمہارا باپ رخصت ہوا تھا۔ مجھے تو بہت پہلے اس کے پاس چلے جانا چاہیے تھا' لیکن میں صرف تمہاری وجہ سے رکی ہوئی تھی۔ اب تم بڑی ہوگئی ہو' تمہیں میری ضرورت نہیں رہی ہے۔''

اس کے تین دن کے بعد مارگریٹ کا انتقال ہوگیا۔

ماں کی موت نے کیٹ کو وحشت زدہ کردیا۔ اسے اپنے باپ اور اپنے بھائی کو دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ اس نے ان کے بارے میں صرف کہانیاں سنی تھیں۔ صرف اس کی ماں ہی ایک ایسی ہستی تھی جو اس کے قریب تھی اور اب وہ بھی رخصت ہوگئی تھی۔ اچانک کیٹ اپنے آپ کو بہت تنہا محسوس کرنے لگی۔ اس وقت اس کی عمر اٹھارہ سال کی تھی' اور اب چالیس سالہ ڈیوڈ ہی وہ واحد شخص تھا جو اس کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ ڈیوڈ نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔

''چند برسوں کے بعد تم کروگر برینٹ کمپنی اور اس کے سارے اثاثوں کی مالک ہوگی۔'' ڈیوڈ نے ایک دن کیٹ سے کہا۔

''تم ایک بہت ہی مال دار نوجوان خاتون ہو۔ تم چاہو تو اس کمپنی کو سترا سی لاکھ پونڈ کے عوض فروخت کرسکتی ہو' یا اگر چاہو تو اسے قائم رکھ سکتی ہو۔ وقت آنے پر تمہیں اس کا فیصلہ کرنا ہوگا۔''

''میں اس کا فیصلہ کرچکی ہوں کیٹ نے پرعزم لہجے میں کہا۔ ''میرا باپ ایک چور تھا' ڈیوڈ' ایک شان دار چور کاش میں نے اسے دیکھا ہوتا۔ میرا نانا بھی چور تھا۔ پہلے میرے نانا نے میرے باپ کو دھوکا دیا اور پھر میرے باپ نے میرے نانا کے ہیرے چرائے اور اسے تلاش کرکے ختم کردیا۔ ہے نا یہ مزے کی بات؟ نہیں' میں اپنے باپ کی کمپنی کو کبھی نہیں بیچوں گی وہ ایک زبردست آدمی تھا۔'' پھر اس نے ڈیوڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں اس وقت تک اسے نہیں بیچوں گی جب تک تم کمپنی کو چھوڑنے کی کوشش نہیں کرتے۔''

''میں اس وقت تک یہاں موجود رہوں گا جب تک تم میری ضرورت محسوس کرو۔'' ڈیوڈ نے آہستہ سے کہا۔

''میں بزنس اسکول میں داخلہ لے رہی ہوں کیٹ نے کہا۔

''بزنس اسکول میں؟'' ڈیوڈ نے حیرت سے کہا۔

''یہ ۱۹۱۰ء کا سال ہے ڈیوڈ۔'' کیٹ نے کہا۔ ''جو بانس برگ میں ایک بزنس اسکول موجود ہے جہاں عورتیں بھی داخلہ لے سکتی ہیں۔''

بزنس اسکول کی تعلیم دو سال تک جاری رہی۔ اور جب کیٹ کلپ ڈرفٹ واپس آئی تو اس کی بیسویں سالگرہ کا وقت آ گیا

تھا۔ ڈیوڈ اسٹیشن پر اسے لینے آیا اور وہ جوشِ مسرت کے عالم میں اس سے لپٹ گئی۔

اکثر کیٹ کو نہ جانے کیوں یہ خیال آتا تھا کہ ڈیوڈ کسی نہ کسی دن بڑی خاموشی سے اس سے شادی کی درخواست کرے گا۔ لیکن دن پر دن گزر گئے تھے اور ڈیوڈ نے ابھی تک ایسی کوئی درخواست نہیں کی تھی۔

اگلے دن صبح کو کیٹ اپنے نئے آفس میں آئی۔ اس کا دل ایک شاہانہ احساسِ افتخار سے سرشار تھا۔ کروگر برینٹ کمپنی کے دفاتر ایک شاندار عمارت میں قائم تھے اور کمپنی کا کاروبار بیسیوں مختلف شاخوں میں پھیلا ہوا تھا۔ اور یہ سب کچھ اس کا تھا۔ وہ اس سارے کاروبار کی تنہا مالک تھی۔ کیٹ کو پہلی بار اپنی قوت کا صحیح معنوں میں احساس ہوا منیجروں، اسسٹنٹ منیجروں، سپروائزروں اور دیگر اعلا افسران کا ایک لشکر کا لشکر موجود تھا۔ وہ سب کے سب مودبانہ انداز میں ڈیوڈ کے پاس آتے، اس سے ہدایتیں لیتے اور چلے جاتے۔

کچھ دیر بعد ڈیوڈ کیٹ کو ایک وسیع و عریض پرائیویٹ ڈرائنگ روم میں لے گیا جو کیٹ کے آفس سے ملا ہوا تھا۔ وہاں پتلے چہرے اور متجسس آنکھوں والا ایک نوجوان آدمی ان کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔

"یہ براڈ راجرس ہے۔" ڈیوڈ نے کیٹ سے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "براڈ! اپنی نئی باس سے ملو۔ کیٹ میک گریگر۔"

"تم سے مل کر خوشی ہوئی مس میک گریگر۔" براڈ راجرس نے کہا۔

"براڈ راجرس ہمارا خفیہ ہتھیار ہے۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "کروگر برینٹ کمپنی کے بارے میں وہ اتنا جانتا ہے جتنا کہ میں جانتا ہوں۔ اگر میں کبھی چلا جاؤں تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ براڈ سب کام سنبھال لے گا۔"

کھانے کے بعد وہ لوگ جنوبی افریقہ کے حالات کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔

"جلد ہی کافی ہنگامے ہونے کے آثار نظر آ رہے ہیں۔" ڈیوڈ نے کہا۔ "حکومت نے تمام رنگ دار باشندوں پر نئے ٹیکس عائد کر دیے ہیں۔ یہ نئے ٹیکس ان لوگوں پر بہت زیادہ بوجھ ثابت ہوں گے۔"

کیٹ باندا کے بارے میں سوچنے لگی اور بات چیت کا رخ دوسرے موضوعات کی طرف بدل گیا۔

کیٹ اپنی نئی زندگی سے بہت خوش تھی۔ وہ تمام فیصلوں میں ڈیوڈ کے ساتھ شریک ہوتی اور دیکھتی کہ کس طرح روپے کو روپیہ کھینچتا ہے۔ کروگر برینٹ کے اثاثوں میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ نئے نئے آرڈر مل رہے تھے۔ نئی نئی موضوعات منظر عام پر آ رہی تھیں۔

کیٹ اپنے وسیع و عریض مکان میں تنہا رہتی تھی جہاں اس کے علاوہ صرف نوکر تھے ڈیوڈ ہر جمعے کی رات کو ڈنر پر وہاں آتا تھا۔

جب کیٹ نے اپنی اکیسویں سالگرہ منائی تو کروگر برینٹ لمیٹڈ کمپنی کے سارے اثاثے اس کے نام منتقل کر دیے گئے۔ اب وہ قانونی طور پر بالغ ہو چکی تھی اور کمپنی کی بلا شرکتِ غیرے مالک تھی۔ اس کی خوشی میں ڈیوڈ برابر کا شریک تھا۔

کیٹ ان دنوں کاروباری سلسلے میں امریکا گئی ہوئی تھی جب یہ واقعہ پیش آیا۔

ڈیوڈ کو اپنے ایک پرانے دوست اونیل کا، جو سان فرانسسکو میں رہتا تھا، پیغام ملا کہ وہ اپنی بیٹی جوزیفائن کے ساتھ کلپ ڈرفٹ آیا ہوا ہے اور اس سے ملنا چاہتا ہے۔ اونیل ہیروں کا کاروبار کرتا تھا اور اسی سلسلے میں اکثر ڈیوڈ سے اس کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ڈیوڈ کاروباری معاملات میں اتنا زیادہ مصروف تھا کہ وہ اپنی شام اونیل اور اس کی بیٹی کے ساتھ ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اونیل کی درخواست کو وہ رد بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ تھوڑا سا وقت ان لوگوں کے ساتھ گزار کر معذرت کر کے چلا آئے گا۔

ان لوگوں کی ملاقات گرانڈ ہوٹل کے ڈائننگ روم میں ہوئی اور ڈیوڈ جوزیفائن کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ بے انتہا خوب صورت عورت تھی اور اس کی عمر کوئی تیس سال کے قریب تھی۔ ڈیوڈ کی وہ شام اونیل اور جوزیفائن کے ساتھ گزری۔ اور اس کے بعد کئی شامیں انہی لوگوں کے ساتھ گزریں۔

اور اس رات جب ڈیوڈ جوزیفائن کے ساتھ تنہا تھا تو اس نے جوزیفائن سے رقص کی درخواست کی۔ دوسرے لمحے جوزیفائن اس کے بازوؤں میں تھی اور وہ دونوں ہوٹل کے ڈانسنگ فلور پر رقص کر رہے تھے۔

"جوزیفائن۔" ڈیوڈ نے آہستہ سے کہا۔ "میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں۔"

"میں بھی تمہیں بہت پسند کرتی ہوں ڈیوڈ، لیکن میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔" جوزیفائن نے جواب دیا۔

"مگر کیوں؟" ڈیوڈ نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں کلپ ڈرفٹ میں نہیں رہ سکتی۔" جوزیفائن

URDUMUTRAJUMGROUP

نے جواب دیا۔ ''اس شہر میں رہ کر تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔ ڈیوڈ! کیا تم سان فرانسسکو میں نہیں رہ سکتے؟''

''لیکن میں وہاں کیا کروں گا؟'' ڈیوڈ نے کہا۔

''ہم کل صبح ناشتے پر اس کے بارے میں بات کریں گے۔'' جوزیفائن نے کہا۔

ناشتے پر جوزیفائن اور ڈیوڈ کے علاوہ اونیل بھی موجود تھا۔

''جوزیفائن نے مجھے کل رات تم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا ہے۔'' اونیل نے کہا۔ ''میں سان فرانسسکو میں تمہارے قیام کی راہ نکال سکتا ہوں۔'' اور پھر اس نے اپنے بریف کیس میں سے ایک بلیو پرنٹ نکالا۔

''کیا تم منجمد کھانوں کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟'' اونیل نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔'' ڈیوڈ نے کہا۔

''کھانوں کو منجمد کرنے کا کام سب سے پہلے امریکا میں ۱۸۶۵ء میں شروع ہوا تھا۔'' اونیل نے کہا۔ ''لیکن اصل مسئلہ یہ تھا کہ منجمد کھانوں کو دور دراز کے علاقوں تک کس طرح لے جایا جائے تاکہ وہ پگھلنے نہ پائیں۔ ریلوے میں تو ریفریجریٹیڈ کاریں ہوتی ہیں لیکن ریفریجریٹیڈ ٹرکوں کا خیال ابھی تک کسی کو نہیں آیا۔ اور میں نے اس کا ایک پیٹنٹ فارمولا حاصل کر لیا ہے۔ اس سے پوری غذائی صنعت میں ایک انقلاب آ جائے گا۔''

''میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔'' ڈیوڈ نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ہمیں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو کچھ رقم بھی فراہم کر سکے اور کاروبار کو بہ خوبی چلا سکے۔'' اونیل نے کہا۔ ''میں نے غذائی صنعت کے بڑے بڑے لوگوں سے بات کی ہے اور ان کا خیال ہے کہ اگر اس کاروبار کو قائم کیا جائے تو اس میں زبردست منافع ہوگا۔''

''کمپنی کا ہیڈ کوارٹر سان فرانسسکو میں ہوگا۔'' جوزیفائن نے کہا۔

''تمہارا کہنا ہے کہ تمہارے پاس اس کا ایک پیٹنٹ فارمولا موجود ہے۔'' ڈیوڈ نے کہا۔

''بالکل۔'' اونیل نے کہا۔ ''میں اس کام کو کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں۔''

''کیا تم یہ بلیو پرنٹ مجھے مستعار دے سکتے ہو؟'' ڈیوڈ نے پوچھا۔ ''میں کسی ماہر سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور۔'' اونیل نے بلیو پرنٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''میں پانچ دن بعد واپس آؤں گا ڈارلنگ۔'' ڈیوڈ نے جوزیفائن سے کہا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے باپ کے ساتھ میرا انتظار کرو۔''

''میں ضرور تمہارا انتظار کروں گی۔'' جوزیفائن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ڈیوڈ اسی دن ٹرین کے ذریعے جوہانس برگ روانہ ہو گیا، جہاں اس نے غذائی صنعت کے کئی ماہرین سے اس منصوبے کے بارے میں بات کی۔ وہ سب کے سب لوگ اس منصوبے سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے ڈیوڈ کو یقین دلایا کہ یہ نہ صرف قابل عمل ہے بلکہ اس میں زبردست منافع کی امید رکھنی چاہیے۔

ڈیوڈ جب کلپ ڈرفٹ واپس آیا تو اس کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ جوزیفائن سے شادی کا خیال اس کے لیے اتنا مسرت انگیز تھا کہ اس وقت وہ اس کے علاوہ اور کچھ سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس نے آنے کے ساتھ ہی اونیل اور جوزیفائن سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ وہ اس منصوبے میں شریک ہونے کے لیے تیار ہے۔

''مجھے اس جگہ سے فارغ ہونے میں دو ماہ لگیں گے۔'' ڈیوڈ نے اونیل کو بتایا۔ ''جہاں تک سرمایہ کاری کا تعلق ہے تو میرے پاس تقریباً چالیس ہزار ڈالر میری اپنی بچت کے موجود ہیں۔ وہ میں تمہیں دے سکتا ہوں۔''

''دس ہزار ڈالر میرے پاس موجود ہیں۔'' اونیل نے کہا۔ ''پانچ ہزار ڈالر میں اپنے بھائی سے ادھار لے سکتا ہوں۔''

''باقی رقم ہم بینک سے قرض لے لیں گے۔'' ڈیوڈ نے کہا۔ ''اس طرح ہم اپنے کام کا آغاز کر سکیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' اونیل نے کہا۔ ''اب میں اور جوزیفائن سان فرانسسکو واپس جا رہے ہیں۔ ہمیں ابتدائی کام مکمل کرنا ہے۔ دو ماہ بعد ہم تمہارا انتظار کریں گے۔'' اس کے دو دن کے بعد وہ امریکا روانہ ہو گئے۔

ڈیوڈ کو کیٹ کا بے چینی سے انتظار تھا تاکہ وہ اسے یہ خبر سنا سکے۔ ساتھ ہی اسے اس بات کا بھی خیال تھا کہ کیٹ اب تنہا رہ جائے گی۔ لیکن اسے یقین تھا کہ براڈ راجرس اس کی مدد کے لیے یہاں موجود ہے اور اس کی موجودگی میں کیٹ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

چند روز کے بعد کیٹ واپس آ گئی۔ وہ اپنے آفس میں تھی

URDUMUTRAJUMGROUP

جب ڈیوڈ نے اسے بتایا۔ ''میں شادی کر رہا ہوں۔''

کیٹ کے اندر جیسے کوئی چیز پھٹ پڑی۔ اس کے کان سنسنانے لگے اور آنکھوں میں اندھیرا سا چھانے لگا۔ اپنی اس اندرونی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے اس نے اپنے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ بکھیری اور بولی ''وہ کون ہے؟''

''اس کا نام جوزیفائن اوینل ہے۔'' ڈیوڈ نے کہا۔ ''وہ یہاں اپنے باپ کے ساتھ آئی تھی جسے میں کافی عرصے سے جانتا ہوں۔ وہ ایک بہت اچھی عورت ہے۔''

''ضرور ہوگی۔'' کیٹ نے کہا۔

''ایک بات اور بھی ہے کیٹ۔'' ڈیوڈ نے کہا۔ ''میں کروگر برینٹ کمپنی چھوڑ رہا ہوں....''

کیٹ کا سر چکرانے لگا۔ یہ دوسرا دھچکا تھا جو اسے لگا تھا۔

''تم کمپنی صرف اس لیے چھوڑ رہے ہو کیونکہ تم شادی کر رہے ہو؟'' کیٹ نے کہا۔ ''یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''بات یہ ہے کہ کیٹ کہ جوزیفائن کا باپ سان فرانسسکو میں ایک نیا کاروبار شروع کر رہا ہے۔ اسے میری ضرورت ہے۔''

''اچھا' تو اب تم سان فرانسسکو میں رہو گے؟'' کیٹ نے پوچھا۔

''ہاں۔'' ڈیوڈ نے جواب دیا۔ ''لیکن تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ براڈ راجرس یہاں موجود ہے۔ وہ میرا کام بہ خوبی سنبھال لے گا۔ میرے لیے یہ فیصلہ بہت مشکل تھا۔ بیٹ مگر....''

''میں سمجھتی ہوں۔'' کیٹ نے کہا۔ ''تمہیں واقعی جوزیفائن سے بہت محبت ہے۔ مجھے تم مجوزہ کاروبار کے بارے میں بتاؤ۔''

ڈیوڈ نے اسے تفصیل کے ساتھ مجوزہ کاروبار کے بارے میں بتا دیا۔

اس بات کو تقریباً ایک ماہ گزر گیا۔ ڈیوڈ رات دن کمپنی کے ان کاموں میں مصروف رہتا تھا جنہیں وہ اپنے رخصت ہونے سے پہلے پہلے نمٹا دینا چاہتا تھا۔ اس دوران جوزیفائن اور اوینل کا ایک خط بھی اسے ملا تھا۔

اس دن جب ڈیوڈ کیٹ کے آفس میں داخل ہوا تو اس کا چہرہ زرد تھا۔ وہ کافی پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''کیا بات ہے ڈیوڈ؟'' کیٹ نے پوچھا۔ ''تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟''

''ہاں۔'' ڈیوڈ نے جواب دیا۔ ''سخت گڑبڑ ہوگئی ہے۔ اوینل نے اپنا پیٹنٹ فارمولا فروخت کر دیا ہے۔ وہ کاروبار نہیں کرے گا۔''

''کیا مطلب؟'' کیٹ نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

''اس نے شکاگو کی ایک کمپنی کی جانب سے دو لاکھ ڈالر کی پیشکش قبول کر کے اپنا فارمولا اس کمپنی کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔'' ڈیوڈ نے کہا۔ ''اوینل نے لکھا ہے کہ مجھے جو زحمت ہوئی' اس کے لیے وہ معافی کا طلب گار ہے' لیکن وہ اتنی بڑی پیشکش کو ٹھکرا نہیں سکتا تھا۔''

''اور جوزیفائن؟'' کیٹ نے پوچھا۔ ''اس نے تو اس بات کو سخت ناپسند کیا ہوگا۔ وہ اپنے باپ سے بہت لڑی ہوگی۔''

''اوینل اپنی بیٹی کی مرضی کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا تھا۔'' ڈیوڈ نے افسردگی سے کہا۔ ''ان دونوں نے روپے کا لالچ کیا اور میرے بارے میں سوچنے کی زحمت بھی نہیں کی۔ میں اب ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہتا۔''

اس بات کو چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔

ڈیوڈ اور کیٹ ریوڈی جینیرو میں تھے جہاں وہ ایک نئی کان کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ دونوں کھانا کھانے کے بعد اس وقت کیٹ کے کمرے میں تھے جہاں وہ کچھ اعداد و شمار کا مطالعہ کر رہے تھے۔

''بس اب بہت ہوگیا۔'' ڈیوڈ نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔ ''باقی کام کل ہوگا' اب میں سونا چاہتا ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ اب تمہارا سوگ ختم ہو جانا چاہیے۔'' کیٹ نے کہا۔

''سوگ؟ کیسا سوگ؟'' ڈیوڈ نے حیرت سے کہا۔

''جوزیفائن کا سوگ۔'' کیٹ نے کہا۔

''اسے میں اپنی زندگی سے نکال چکا ہوں۔'' ڈیوڈ نے کہا۔

''تو پھر اس کا عملی مظاہرہ بھی کرو۔'' کیٹ نے کہا اور اچانک وہ ڈیوڈ کے بالکل قریب آ گئی۔ ان دونوں کی سانسیں ایک دوسرے میں ملنے لگیں۔

''کیٹ۔'' ڈیوڈ نے سرگوشی میں کہا.....

اس کے دو ہفتے کے بعد ان دونوں کی شادی ہوگئی۔ مس کیٹ میک گریگر اب مسز کیٹ بلیک ویل بن گئی۔

کلیپ ڈرفٹ میں منعقد ہونے والی یہ شادی کی سب سے زیادہ عظیم الشان تقریب تھی۔ شادی شہر کے سب سے بڑے چرچ میں ہوئی اور اس کے بعد ٹاؤن ہال میں استقبالیہ دیا گیا جس میں شرکت کی دعوت عام تھی۔ کھانے پینے کی چیزوں کے

URDUMOTRAJUMGROUP

پہاڑ لگے ہوئے تھے اور وہسکی شیمپئن اور دیگر مشروبات کا کوئی شمار ہی نہیں تھا۔ ساری رات ہنگامہ رہا۔

''میں اب گھر جا رہی ہوں اور اپنا سامان پیک کروں گی۔'' علی الصباح کیٹ نے ڈیوڈ سے کہا۔ ''ایک گھنٹے بعد آ کر مجھے لے جانا۔''

صبح کی ہلکی ہلکی روشنی میں کیٹ اپنے وسیع و عریض مکان میں داخل ہوئی۔ جہاں وہ تنہا رہتی تھی۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اپنے بیڈ روم میں داخل ہوئی۔ سامنے کی دیوار پر ایک بڑی سی پینٹنگ لگی ہوئی تھی۔ کیٹ نے اس پینٹنگ کے فریم میں ایک نظر نہ آنے والا بٹن دبایا اور پینٹنگ ایک طرف کو سرک گئی۔ دیوار میں ایک سیف نمودار ہو گیا۔ اس نے خصوصی اشاروں کی مدد سے اس سیف کو کھولا اور اس میں سے ایک معاہدے کے کاغذات نکالے۔ یہ شکاگو کی ایک کمپنی کی جانب سے اونیل سے اس کا پینٹ فارمولا دو لاکھ ڈالر کے عوض خریدنے کے معاہدے کے کاغذات تھے۔

کیٹ نے معاہدے کے کاغذات پر ایک نظر ڈالی اور ہولے ہولے مسکرانے لگی۔ وہ فتح مندی کے احساس سے سرشار تھی۔ ڈیوڈ اب اس کا اپنا تھا! وہ ہمیشہ ہی اس کا اپنا تھا۔ کوئی بھی اسے اس سے چھیننے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ دونوں مل کر کروگر برینٹ لمیٹڈ کو اور بھی زیادہ ترقی دیں گے۔ اس کی نئے سرے سے تعمیر کریں گے اور اسے دنیا کی سب سے بڑی سب سے طاقتور کمپنی بنا دیں گے۔ بالکل اسی طرح جس طرح جیمی اور مارگریٹ نے چاہا تھا۔

ڈیوڈ اور کیٹ ساری دنیا کا سفر کرتے پھرتے تھے۔ کبھی وہ پیرس میں ہوتے تو کبھی نیویارک میں، کبھی زیورخ میں اور کبھی سڈنی میں۔ کمپنی کا کاروبار دور دور تک پھیل چکا تھا اور اب یہ صحیح معنوں میں ایک بین الاقوامی کمپنی بن چکی تھی۔

۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ چھڑ گئی۔

''یہ ہمارے لیے بہترین موقع ہے۔'' کیٹ نے ڈیوڈ سے کہا۔

''کیا مطلب؟ کس قسم کا موقع؟'' ڈیوڈ نے کہا۔

''دوست ممالک کو بندوقوں اور اسلحے کی ضرورت ہے۔'' کیٹ نے کہا۔

''لیکن ہم انہیں اسلحہ فراہم نہیں کریں گے۔'' ڈیوڈ نے سختی سے کہا۔ ''ہمارا منافع ہی بہت زیادہ ہے۔ ہمیں مزید منافع کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم انسانی خون سے منافع نہیں کمانا چاہتے۔''

''لیکن ڈیوڈ، کوئی نہ کوئی تو اسلحہ تیار کرے گا ہی۔'' کیٹ نے کہا۔ ''تو پھر وہ ہم ہی کیوں نہ ہوں؟ یہ منافع کسی دوسرے کے حصے میں کیوں جائے؟''

''جب تک میں کمپنی کے ساتھ ہوں، ایسا نہیں ہو سکتا۔'' ڈیوڈ نے سختی سے کہا۔ ''ہم ہتھیار نہیں بنائیں گے۔''

امریکی صدر ووڈرو ولسن نے اعلان کیا تھا کہ امریکا جنگ میں شامل نہیں ہوگا۔ لیکن جب جرمن آبدوزوں نے غیر مسلح مسافر بردار بحری جہازوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا اور جرمن مظالم کی داستانیں عام ہونے لگیں تو صدر امریکا پر دباؤ بڑھ گیا۔

ڈیوڈ کو جہاز اڑانا آتا تھا۔ اس نے جنوبی افریقہ میں اس کی باقاعدہ تربیت لی تھی۔ اس نے کیٹ کو بتایا کہ وہ جنگ میں شامل ہونا چاہتا ہے۔

''یہ ناممکن ہے۔'' کیٹ نے سخت ناراض ہوتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہماری جنگ نہیں ہے۔''

''لیکن یہ ہماری جنگ کی شکل اختیار کر رہی ہے۔'' ڈیوڈ نے کہا۔ ''امریکا اس سے الگ نہیں رہ سکتا۔ میں ایک امریکی ہوں۔ مجھے اپنے ملک کی مدد کرنی ہے۔''

''مگر تم چھیالیس سال کے ہو چکے ہو۔'' کیٹ نے کہا۔

''میں اب بھی جہاز اڑا سکتا ہوں۔'' ڈیوڈ نے کہا۔ ''اور میری صحت بہت اچھی ہے۔''

کیٹ کے بہت سمجھانے بجھانے کے باوجود ڈیوڈ نہیں مانا انہوں نے آخری چند دن خاموشی سے ایک دوسرے کے ساتھ گزارے۔ وہ اپنے اختلافات کو بھول چکے تھے۔

''تم اور براڈ راجرس میرے بغیر بھی کمپنی کا کام چلا سکتے ہو۔'' ڈیوڈ نے رخصت ہوتے وقت کہا۔

''اور اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو.....؟'' کیٹ نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

''مجھے کچھ نہیں ہوگا کیٹ۔'' ڈیوڈ نے کہا۔ ''میں بہت سے تمغے حاصل کر کے واپس آؤں گا۔''

ڈیوڈ کی جدائی کیٹ پر بہت شاق گزری۔ اسے اس کے ساتھ رہتے ہوئے ایک طویل عرصہ گزر گیا تھا۔ جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا تب سے وہ ڈیوڈ کو دیکھتی چلی آئی تھی۔ اور اب تو ڈیوڈ اس کا شوہر تھا اور وہ ایک ایسی مہم پر روانہ ہو گیا تھا جہاں سے اس کے زندہ واپس آنے کے بارے میں کوئی بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی تھی۔

URDU DIGEST GROUP

جنگ کے شروع میں فرانس اور جرمنی کے پاس یورپ کی بہترین فوجیں موجود تھیں جو ہر قسم کے جنگی سامان سے لیس تھیں ان کے مقابلے میں اتحادیوں کے پاس جنگی ساز و سامان کم تھا۔

''ان کو مدد کی ضرورت ہے۔'' کیٹ نے براڈ راجرس سے کہا۔ ''انہیں ٹینکوں' بندوقوں اور اسلحہ کی ضرورت ہے۔''

براڈ راجرس کچھ سٹپٹا سا گیا۔ ''کیٹ' میرا خیال ہے ڈیوڈ اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ ہم.....''

''ڈیوڈ یہاں موجود نہیں ہے براڈ۔'' کیٹ نے سختی سے کہا۔ ''صرف میں اور تم موجود ہیں' اور ہمیں فیصلہ کرنا ہے۔''

کیٹ نے تقریباً نصف درجن دوست ممالک کے سربراہوں سے ملاقات کی اور ایک سال کے عرصے کے اندر کروگر بریننٹ لمیٹڈ کمپنی بندوقیں' ٹینک' بم اور دیگر اسلحہ بنا رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کمپنی میں ہر قسم کی جنگی ضروریات کا ساز و سامان تیار کیا جانے لگا۔ کروگر بریننٹ کمپنی تیزی سے دنیا کے سب سے بڑے کاروباری اداروں میں سے ایک بنتی جا رہی تھی۔ منافع ناقابل یقین حد تک بڑھ گیا تھا۔ جب کیٹ نے تازہ ترین منافع کی حد دیکھی تو براڈ راجرس سے کہنے لگی۔ ''کیا تم نے یہ اعداد و شمار دیکھے؟ اگر ڈیوڈ یہاں موجود ہوتا تو وہ اس بات کو تسلیم کر لیتا کہ وہ غلطی پر تھا۔''

۱۶ اپریل ۱۹۱۷ء کو ایک امریکی صدر ولسن نے جنگ میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ ڈیوڈ کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی تھی۔ ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو جنگ ختم ہو گئی۔

ڈیوڈ اب گھر واپس آ رہا تھا۔ وہ جنگ کے دوران بالکل محفوظ رہا تھا۔

ڈیوڈ کے آنے سے پہلے ہی کیٹ نے سارے گھر کو نئے سرے سے آراستہ کروایا اور اسے اچھی طرح سجایا۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ ڈیوڈ جب مکان کے اندر داخل ہوا تو ہر ہر چیز گویا اس کا خیر مقدم کر رہی تھی۔

''شان دار' بے حد خوب صورت'' ڈیوڈ نے کہا۔ ''بیٹھ جاؤ کیٹ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' کیٹ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''میرا خیال ہے کہ ہم نے طے کیا تھا کہ ہم اسلحہ نہیں بنائیں گے۔'' ڈیوڈ نے کہا۔

''ذرا تم منافع کی شرح بھی تو دیکھو۔'' کیٹ نے کہا۔ اور ڈیوڈ خاموش ہو گیا!

اس کے کچھ دنوں کے بعد کیٹ نے ایک رات کھانے کے بعد اچانک ڈیوڈ سے کہا۔ ''ڈارلنگ' ہمیں کمپنی کا ہیڈ کوارٹر اب بدل دینا چاہیے۔''

''کیا مطلب؟'' ڈیوڈ نے چونک کر پوچھا۔

''دنیا میں آج کل سب سے بڑا کاروباری مرکز نیویارک ہے۔'' کیٹ نے کہا۔ ''اور یہی وہ جگہ ہے جہاں ہماری کمپنی کا ہیڈ کوارٹر ہونا چاہیے۔ جنوبی افریقہ تو ہر جگہ سے بہت دور ہے۔ اور پھر اب' جب کہ ٹیلی فون اور تار کا نظام موجود ہے' تو ہم اپنے کسی بھی آفس سے ایک منٹ میں رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔''

''کمال ہے۔'' ڈیوڈ نے کہا۔ ''یہ خیال ہم لوگوں کو پہلے کیوں نہیں آیا۔''

کیٹ بلیک ویل نے نیویارک میں وال اسٹریٹ پر ایک جگہ کمپنی کے ہیڈ کوارٹر کے لیے منتخب کر لی اور عمارت کی تعمیر کا کام شروع کروا دیا۔ اس کے علاوہ کیٹ نے نیویارک کے ففتھ ایونیو پر ایک اور بڑی سی عمارت کی تعمیر شروع کروا دی۔

نیویارک تیزی سے بڑھتا اور پھیلتا ہوا شہر تھا۔ اس کے کاروباری مراکز کا ساری دنیا سے واسطہ تھا۔

''ڈیوڈ' یہ شہر مستقبل کا شہر ہے۔'' کیٹ نے کہا۔ ''یہ شہر بڑھ رہا ہے اور پھیل رہا ہے۔ اور ہم بھی اس کے ساتھ بڑھیں گے اور پھیلیں گے۔''

''میرے خدا' کیٹ۔'' ڈیوڈ نے کہا۔ ''تم آخر اور کیا چاہتی ہو۔''

نیویارک منتقل ہو جانے کے ایک سال بعد ایک دن کیٹ کو اپنی طبیعت بہت خراب لگی۔ ڈاکٹر ہارلے جو ایک نوجوان اور ماہر ڈاکٹر تھا' ان لوگوں کا خاندانی ڈاکٹر بن گیا تھا۔ کیٹ اس کے پاس گئی اور بولی۔ ''ڈاکٹر ہارلے میرے پاس بیمار ہونے کا وقت نہیں ہے۔ میں بے حد مصروف انسان ہوں.....''

چند دن بعد ڈاکٹر ہارلے نے اسے اطلاع دی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔

کیٹ کا جسم تیزی سے بڑھنا اور پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ اور اس کے لیے آفس جانا دشوار سے دشوار تر ہوتا جا رہا تھا۔ ڈیوڈ اور براڈ راجرس کے اصرار پر وہ کبھی کبھی گھر پر بھی رک جایا کرتی تھی۔ بچے کی پیدائش میں اب صرف دو ماہ باقی رہ گئے تھے کہ ڈیوڈ کو ایک کان کے معائنے کے سلسلے میں جنوبی افریقہ جانا پڑا۔ وہ ایک ہفتے کے بعد نیویارک واپس آنے والا تھا۔

کیٹ اپنے آفس میں بیٹھی ہوئی کام کر رہی تھی کہ براڈ راجرس بغیر کسی اطلاع کے اندر آ گیا۔ کیٹ اسے دیکھ کر چونک پڑی۔

URDU MUTRAJIM GROUP

''مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ جنوبی افریقہ میں ایک کان میں دھماکا ہوگیا ہے.....'' براڈ راجرس نے رک رک کر کہا۔

''کہاں؟ کس جگہ؟'' کیٹ کو اپنے پیٹ میں اچانک درد اٹھتا محسوس ہوا۔ ''کیا کوئی ہلاک بھی ہوگیا؟''

''تقریباً آدھے درجن لوگ ہلاک ہوگئے۔'' براڈ راجرس نے آہستہ سے کہا۔ ''ڈیوڈ بھی ان میں سے ایک تھا.....''

کیٹ کو اپنے پیٹ کا درد تیزی سے بڑھتا ہوا محسوس ہوا اور ساتھ ہی اسے بڑے زور کا چکر آیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہیں رہا۔

اس کے ایک گھنٹے کے بعد کیٹ نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ بچے کی پیدائش دو ماہ قبل ہی ہوگئی تھی۔ کیٹ نے اس کا نام ڈیوڈ کے باپ کے نام پر انتھونی جیمس بلیک ویل رکھا۔ ''میں تمہیں بہت سا پیار دوں گی میرے بیٹے۔'' اس نے اپنے بچے کو چھو کر کہا۔

کیٹ ففتھ ایونیو پر اپنے نئے عظیم الشان مکان میں منتقل ہوگئی جو اب بن کر تیار ہوگیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے بیٹے کے علاوہ نوکروں کی ایک فوج تھی۔ کیٹ اپنے بیٹے کو پیار سے ٹونی کہتی تھی۔

۱۹۲۸ء میں' جب ٹونی چار سال کا تھا تو کیٹ نے اسے نرسری اسکول میں بھیج دیا۔ ڈارک ہاربر کے علاقے میں کیٹ کا ایک بہت بڑا مکان پہلے سے موجود تھا۔ جس کا نام سیڈار ہل ہاؤس تھا۔ دنیا کے بیشتر بڑے بڑے شہروں میں کروگر برینٹ کمپنی کے مکانات موجود تھے۔ کیٹ اپنے بیٹے کے ساتھ اکثر ڈارک ہاربر میں سیڈار ہل ہاؤس میں چلی جاتی تھی اور وہاں دونوں کا وقت بہت اچھا گزرتا تھا۔ ٹونی اب اس کی زندگی کا واحد سہارا تھا' اس کا وارث اس کی ساری دولت کا وارث..... اس کے بعد وہی تو کروگر برینٹ کمپنی کا مالک ہوگا۔

جو چیز کیٹ کو زیادہ پریشان رکھتی تھی وہ تھے اس کے وطن' جنوبی افریقہ کے حالات' وہاں نسلی امتیاز کا مسئلہ روز بہ روز شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ نیویارک روانہ ہونے سے کچھ عرصے پہلے کیٹ بڑی مشکل سے بانڈا سے ملاقات کر پائی تھی۔ بانڈا اب سیاہ فام تحریک مزاحمت کا ایک اہم رہنما بن چکا تھا اور حکومت کی نظروں میں ایک خطرناک آدمی تھا' اخبارات بانڈا کے تذکرے سے بھرے رہتے تھے' پولیس اس کی تلاش میں رہتی تھی۔ لیکن وہ گرفتاری سے صاف بچ کر نکل جاتا تھا۔

۱۹۳۶ء میں ٹونی کی عمر بارہ سال کی ہوگئی تھی۔ کیٹ اس کے روپ کا بے غور مشاہدہ کرتی رہتی تھی۔ وہ اسے اس کے فارغ اوقات میں اپنے ساتھ کاروباری دوروں پر لے جاتی تھی۔ اور کیٹ یہ محسوس کرتی تھی کہ شاید وہ محض اس کا دل رکھنے کے لیے یا شاید اس کے خوف سے' ان کاروباری دوروں میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اسے اصل دلچسپی میوزیموں اور آرٹ گیلریوں سے تھی۔ وہ مشہور عالم فن کاروں کی بنائی ہوئی تصویروں اور مجسموں کے سامنے گھنٹوں کھڑا رہ کر انہیں تعریفی نظروں سے دیکھتا رہتا تھا۔ گھر پر بھی وہ ان تصاویر کی نقل بنانے کی کوشش کرتا۔ لیکن اس بات کا خیال رکھتا کہ اس کی ماں کو اس کا پتا نہ چلنے پائے۔

کچھ دنوں کے بعد کیٹ نے ٹونی کو تعلیم کی غرض سے سوئٹزرلینڈ کے ایک اسکول میں بھیج دیا۔

کیٹ بڑھتی اور پھیلتی رہی اور اس کے ساتھ ساتھ کیٹ خیراتی ادارے قائم کرتی رہی جن سے کالجوں' چرچوں اور اسکولوں کو امداد دی جاتی تھی۔ وہ اپنے آرٹ کے ذخیرے میں بھی اضافہ کرتی جا رہی تھی۔

تعطیلات کے دنوں میں جب ٹونی گھر آیا تو ایک دن اس کی ماں نے دوران گفتگو اس سے کہا۔ ''کروگر برینٹ لمیٹڈ کمپنی ایک دن تمہاری ملکیت ہوگی ٹونی' تم اس کے واحد مالک ہوگے اور اسے چلاؤ گے.....''

''میں اسے نہیں چلانا چاہتا ممی۔'' ٹونی نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''میں دولت اور اقتدار سے دل چسپی نہیں رکھتا۔''

اور کیٹ اس پر جیسے پھٹ پڑی۔ ''تم احمق لڑکے .....تم کاروبار اور اقتدار کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں دنیا میں برائی پھیلا رہی ہوں؟ لوگوں کو نقصان پہنچا رہی ہوں؟'' اچانک اسے اپنے لہجے کی تلخی کا احساس ہوا اور وہ سنبھل گئی۔ ''سمجھنے کی کوشش کرو بیٹے۔'' اس نے کہا۔ ''ہم ہزاروں لاکھوں انسانوں کو روزگار فراہم کرتے ہیں۔ جب ہم کسی پسماندہ علاقے میں ایک فیکٹری قائم کرتے ہیں تو وہاں کے لوگوں کو روزگار ملتا ہے' علاقے میں اسکول کھلتے ہیں' بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ہم بھوکے لوگوں کے لیے کھانے کا بندوبست کرتے ہیں۔ اب کبھی یہ نہ سوچنا کہ کاروبار یا اقتدار بری چیزیں ہیں۔''

''میں معافی چاہتا ہوں ممی۔'' ٹونی نے آہستہ سے کہا۔

''میں تو ایک فن کار بنوں گا۔'' اس نے دل ہی دل میں کہا۔ اس میں اتنی جرات نہیں تھی کہ وہ کیٹ کے سامنے کھل کر اپنی خواہش کا اظہار کر سکتا۔ کیٹ کی بھاری بھرکم اور غالب شخصیت

URDU MUTRAJUM GROUP

نے ٹونی کی اپنی شخصیت کو بری طرح کچل ڈالا تھا۔ ٹونی ایک قسم کے احساس کمتری کا شکار ہوگیا تھا۔ وہ اپنی ماں کے سامنے اپنے آپ کو مجبور اور بے بس پاتا تھا اور بسا اوقات اس کی موجودگی میں بات کرتے ہوئے اس کی زبان بھی لڑکھڑا جاتی تھی۔ ٹونی کی شخصیت مسخ ہوتی جا رہی تھی۔

کیٹ جو کچھ ٹونی سے چاہتی تھی' ٹونی اس کے لیے اپنے آپ کو تیار نہیں پاتا تھا۔ وہ آرٹ اور فن کی دنیا میں خود کو گم کر دینا چاہتا تھا۔ اور کیٹ اسے ایک کامیاب اور با اقتدار کاروباری انسان بنانا چاہتی تھی۔ ٹونی شدید کشمکش میں مبتلا رہتا تھا۔

جب ٹونی پندرہ برس کا ہوا تو اس سال اس کی ماں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنی موسم گرما کی تعطیلات جنوبی افریقہ میں گزارے۔

''میں اس سال اپنی تعطیلات ڈارک ہاربر میں گزارنا چاہتا ہوں۔'' ٹونی نے اپنی ماں سے کہا۔

''اگلے سال ٹونی۔'' کیٹ نے کہا۔ ''میں اس سال تمہیں جوہانس برگ بھیجنا چاہتی ہوں۔'' ٹونی خاموش ہوگیا۔

کیٹ نے ٹونی کے سفر کا بہ خوبی انتظام کیا اور جوہانس برگ میں اپنے مینیجر کو اس سلسلے میں مفصل ہدایات دیں۔ وہ روزانہ فون کرکے اس سے ٹونی کے بارے میں معلوم کرتی تھی۔ ٹونی وہاں خوب سیر و تفریح کر رہا تھا۔

جب ٹونی واپس آیا تو اس نے اپنی ماں سے کہا۔ ''جانتی ہو ممی مجھے وہاں سب سے زیادہ کیا چیز اچھی لگی؟ رنگ! وہ طرح طرح کے رنگوں کی سرزمین ہے۔ میں نے وہاں بہت ساری تصاویر بنائیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں دوبارہ وہاں واپس چلا جاؤں۔ اور خوب تصویریں بناؤں۔''

''خالی وقت تصویریں بنانا ایک اچھا مشغلہ ہے۔'' کیٹ نے بڑی احتیاط سے الفاظ کا انتخاب کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں ممی' یہ خالی وقت کا مشغلہ نہیں ہے۔'' ٹونی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''میں مصوری بننا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کے بارے میں بہت سوچا ہے۔ میں مصوری کی تعلیم کے لیے پیرس جانا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے اندر ایک مصور بننے کی صلاحیت موجود ہے۔''

کیٹ کے اعصاب تن گئے۔ یہ لڑکا کس قسم کی باتیں کر رہا تھا۔

''تم کیا اپنی ساری زندگی تصویریں بناتے ہوئے گزارنا چاہتے ہو؟'' کیٹ نے کہا۔ ''یقیناً تمہارا یہ مطلب نہیں ہوگا۔''

''ہاں ممی' میرا یہی مطلب ہے۔'' ٹونی نے کہا۔ ''مصوری ہی ایک ایسی چیز ہے جس میں مجھے سب سے زیادہ دل چسپی ہے۔''

کیٹ کو احساس ہوا کہ اسے شکست ہو رہی ہے' لیکن اس نے زندگی میں کبھی شکست قبول نہیں کی تھی۔ ''بے شک اسے حق ہے کہ وہ اپنی مرضی کی زندگی گزارے۔'' کیٹ نے سوچا۔ ''لیکن میں اسے اس طرح اپنی زندگی برباد کرنے کی بھی تو اجازت نہیں دے سکتی۔''

''میں چاہتی ہوں کہ تم وارٹن اسکول آف فنانس اینڈ کامرس میں داخلہ لے لو۔'' کیٹ نے کہا۔ ''اور اس کے دو سال بعد بھی اگر تم مصور بننا چاہو تو میں تمہیں خوشی سے اس کی اجازت دوں گی۔''

کیٹ کو یقین تھا کہ اس عرصے میں ٹونی اپنا ارادہ بدل دے گا۔ اس کے لیے یہ بات ناقابل تصور تھی کہ اس کا بیٹا' لامحدود دولت کا وارث' اپنی زندگی رنگوں' برش اور کینوس کے ساتھ گزارے اور کاروبار کی دیکھ بھال نہ کرے۔

اس اثنا میں دوسری عالمی جنگ چھڑ گئی اور کروگر برینٹ لمیٹڈ کمپنی کے منافع آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ کیٹ نے اسلحے اور جنگی ساز و سامان کی تیاری اور فراہمی سے بے پناہ دولت کمائی۔ کمپنی کی فیکٹریاں چوبیس گھنٹے کام کر رہی تھیں۔

دو سال کے خاتمے کے بعد ٹونی نے اسکول چھوڑ دیا۔ اس نے کیٹ کے آفس میں جا کر اسے بتایا۔ ''میں تھک گیا ہوں ممی میں نے بہت کوشش کی لیکن میرا اصل میدان مصوری ہے۔ میں مصوری کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ جب جنگ ختم ہوجائے گی تو میں پیرس چلا جاؤں گا۔''

کیٹ خاموش بیٹھی رہی۔ اس کے چہرے پر سختی کے آثار تھے۔

''مجھے اس کا احساس ہے ممی کہ تم یہ بات پسند نہیں کروگی۔'' ٹونی نے کہا۔ ''لیکن میں اپنے طور پر زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ تم نے جو کچھ کہا۔ وہ میں نے کیا۔ اور اب تم مجھے میری مرضی کے کام کا موقع دو۔ مجھے شکاگو کے آرٹ اسکول میں داخلے کے لیے منتخب کرلیا گیا ہے۔''

۷ دسمبر ۱۹۴۱ء کو جاپان کے بمبار طیاروں نے پرل ہاربر پر حملہ کر دیا۔ اور امریکا بھی جنگ میں شامل ہوگیا۔ اسی سہ پہر کو ٹونی امریکی بحریہ میں بھرتی ہوگیا۔ اسے تربیت کے لیے ورجینیا بھیج دیا گیا اور وہاں سے جنوبی بحرالکاہل روانہ کر دیا گیا۔

۱۴ اگست ۱۹۴۵ء کو جنگ مکمل طور پر ختم ہوگئی۔ اور ٹونی گھر

URDUMUTRAJUMGROUP

واپس آ گیا۔ کیٹ کو اس سارے عرصے کے دوران اس کے خطوط برابر ملتے رہے تھے۔

کیٹ کا خیال تھا کہ بھرپور عملی زندگی کے ان برسوں کے دوران ٹونی بدل گیا ہوگا اور اس کے دماغ سے مصور بننے کا خبط نکل گیا ہوگا۔ اور اس نے کمپنی اور کاروبار کی اہمیت محسوس کرلیا ہوگا۔ ٹونی کی شکل وصورت میں بھی اس عرصے میں کافی تبدیلی آ گئی تھی۔ اس کے چہرے کے نقوش سخت ہوگئے تھے اور آنکھیں کچھ اور گہری ہوگئی تھیں۔

''اب تمہارا کیا منصوبہ ہے بیٹے؟'' کیٹ نے بڑی امیدوں کے ساتھ ٹونی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا ممی' میں مصوری کی تعلیم کے لیے پیرس جانا چاہتا ہوں۔'' ٹونی نے جواب دیا.... کیٹ خاموش ہوگئی۔

ٹونی اس سے پہلے بھی پیرس آ چکا تھا' لیکن اس بار صورت حال مختلف تھی۔ جرمنوں کے حملوں کے باعث پیرس کی رونق ماند پڑ گئی تھی۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ ٹونی اب یہاں رہنے کی غرض سے آیا تھا' ایک سیاح کی حیثیت سے نہیں۔ پیرس میں کیٹ کا ایک عالی شان مکان موجود تھا اور ٹونی چاہتا تو اس میں رہ سکتا تھا' لیکن وہ اپنے طور پر زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک الگ اپارٹمنٹ لے کر رہنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ایک بہت مختصر سا فلیٹ تھا جو ایک لیونگ روم' ایک بیڈ روم اور ایک چھوٹے سے باورچی خانے پر مشتمل تھا۔ بیڈ روم اور کچن کے درمیان ایک چھوٹا سا باتھ روم تھا۔

اس کے بعد کسی آرٹ اسکول میں داخلہ لینے کا مسئلہ تھا۔ ٹونی نے ایکول آرٹس اسکول میں داخلہ لینے کا فیصلہ کیا جس کا شمار فرانس کے سب سے بڑے آرٹ اسکول میں ہوتا تھا۔ اس اسکول میں داخلہ امیدوار کی صلاحیت سے مطمئن ہونے کے بعد ہی ملتا تھا۔ ٹونی نے داخلے کی درخواست کے ساتھ اپنی تین تصاویر بھی پیش کیں۔ چار ہفتے کے بعد اسے دوبارہ اسکول میں بلایا گیا۔

''تمہاری تصویروں میں جان ہے۔'' اسے بتایا گیا۔ ''ہماری کمپنی نے تمہیں داخلے کے لیے منتخب کرلیا ہے۔''

ٹونی کو بتایا گیا کہ تعلیم کی مدت پانچ سال ہوگی اگلی کلاس میں داخلہ صرف اسی وقت مل سکے گا جب اس کے اساتذہ اس کے کام سے مطمئن ہوں۔

کلاس میں پچیس لڑکے تھے' ان میں زیادہ تر فرانسیسی تھے۔ ٹونی نے پہلے ہی دن سے کام کرنا شروع کردیا۔ پہلے سال کے دوران ان لوگوں کو صرف اسکیچ بنانے تھے اور دوسرے سال کے دوران زندہ ماڈلوں کی تصویریں بنانی تھیں۔

ٹونی نے پہلا سال کامیابی کے ساتھ مکمل کرلیا۔ ٹونی سمیت صرف آٹھ طلبا ایسے تھے جنہیں اگلے درجے میں ترقی دی گئی۔

ٹونی کے ساتھ کے طلبا بیشتر غریب اور متوسط گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اور وہ ٹونی کو بھی اپنا ہی جیسا سمجھتے تھے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ٹونی کسی ارب پتی ماں کا بیٹا ہے۔ ٹونی کا فلیٹ اس کے دوسرے ساتھیوں کی رہائش گاہوں کی ہی طرح تھا۔ ٹونی اپنے ساتھیوں میں اچھی طرح گھل مل گیا تھا۔ وہ ان کے ساتھ سیر وتفریح کے لیے جاتا۔ میوزیموں اور آرٹ گیلریوں کی سیر کرتا اور وہ گھنٹوں ایک ایک تصویر کے فنی نکات کے بارے میں آپس میں بحث کرتے۔

کیٹ نے پیرس آ کر جب پہلی بار ٹونی کا فلیٹ دیکھا تو وہ ششدر رہ گئی۔ اف میرا بیٹا اس چوہے دان میں رہ رہا ہے' اس نے دل ہی دل میں سوچا لیکن اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا۔ اس کے بجائے اس نے مسکراتے ہوئے ٹونی سے کہا۔ ''اچھی جگہ ہے بیٹے۔ مگر ذرا چھوٹی ہے۔''

''مجھے کرنا بھی کیا ہے ممی!'' ٹونی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں یہاں اکیلا ہی تو رہتا ہوں۔''

''اچھا مجھے اب اپنی تصویروں کے بارے میں بتاؤ۔'' کیٹ نے کہا۔ اور ٹونی نے اسے اپنی تصویر کے بارے میں بتایا۔ اس مرتبہ کیٹ نے اس سے ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ وہ مصوری چھوڑ کر کاروبار میں آ جائے۔

اب ٹونی نے زندہ ماڈلوں کی تصویریں بنانا شروع کردیں۔ تقریباً بارہ افراد ایسے تھے جو اسکول میں اپنے آپ کو ماڈلنگ کے لیے پیش کرتے تھے۔ اور انہی میں ایک ڈومینیک بھی تھی۔ وہ ایک بہت خوب صورت نوجوان لڑکی تھی جس کی آنکھیں گہری سبز تھیں۔ ڈومینیک بعض مشہور عالم مصوروں کے لیے بھی ماڈل کا کام کرتی تھی۔ تمام لوگ اسے بے حد پسند کرتے تھے کلاس ختم ہونے کے بعد تقریباً روزانہ ہی لڑکے اس کے گرد اکٹھا ہوجاتے اور اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے لیکن ڈومینیک اسکول کے کسی بھی طالب علم کے ساتھ کبھی باہر نہیں جاتی تھی۔

ایک سہ پہر کو جب سارے طالب علم اپنا کام ختم کرچکے تھے' ٹونی ڈومینیک کی ایک تصویر پر کام میں مصروف تھا کہ اچانک ڈومینیک پیچھے سے آ گئی۔

''میری ناک بہت لمبی ہے۔'' ڈومینیک نے کہا۔

"اوہ.... مجھے افسوس ہے۔" ٹونی نے جلدی سے کہا۔ "میں اسے ٹھیک کردوں گا۔"

"نہیں، تصویر میں تو ناک بالکل ٹھیک ہے۔" ڈومینیک نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ تو میری اپنی ناک ہے جو بہت لمبی ہے۔"

"مجھے تمہاری ناک بہت پسند ہے۔" ٹونی نے کہا۔

"تم نے مجھے کبھی اپنے ساتھ باہر چلنے کی دعوت نہیں دی؟" اچانک ڈومینیک نے کہا۔ اور ٹونی حیران رہ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ ڈومینیک اسکول کے لڑکوں کے ساتھ کبھی باہر نہیں جاتی۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ سب لوگ ہی تمہیں دعوت دیتے ہیں۔" ٹونی نے کہا۔ "اور تم ان میں سے کسی کے ساتھ نہیں جاتی۔"

"لیکن میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔" ڈومینیک نے کہا۔

اور اس شام کو ٹونی جب ڈومینیک کو اپنے فلیٹ پر لے آیا تو ڈومینیک نے فلیٹ میں چاروں طرف نظر ڈالی اور بولی۔ "تمہارے فلیٹ کی صفائی کون کرتا ہے؟"

"ہفتے میں ایک بار ایک عورت آتی ہے اور وہ صفائی کرتی ہے۔" ٹونی نے جواب دیا۔

"وہ ٹھیک سے کام نہیں کرتی۔" ڈومینیک نے کہا۔ "یہ جگہ بہت گندی ہے۔"

ڈومینیک نے ایک بالٹی پانی، صابن اور کپڑا لیا اور فلیٹ کی صفائی میں لگ گئی۔ اس نے فلیٹ کو آئینے کی طرح چمکا کر رکھ دیا اور اس کے بعد وہ نہانے کے لیے چلی گئی۔ جب وہ نہا کر نکلی تو سیدھی ٹونی کے بازوؤں میں چلی گئی۔

اس دن کے بعد سے ٹونی اور ڈومینیک کے تعلقات برابر استوار ہوتے گئے۔ کبھی کبھی ٹونی ڈومینیک کے بارے میں سوچتا تھا اور اسے تعجب ہوتا تھا کہ یہ کیسی لڑکی ہے جو اس سے کچھ طلب نہیں کرتی اور اس کے لیے اتنا کچھ کرتی ہے۔ وہ اب تقریباً روزانہ شام کو اس کے گھر آتی۔ اس کے لیے کھانا پکاتی اور اس کے گھر کی صفائی ستھرائی کرتی۔ اور جب ٹونی اسے اپنے ساتھ باہر لے جاتا تو ڈومینیک کا اصرار ہوتا کہ وہ اس پر زیادہ پیسے خرچ نہ کرے۔

ڈومینیک نے ٹونی کو پیشکش کی کہ وہ اس کے فلیٹ میں منتقل ہو جائے جو زیادہ بڑا اور آرام دہ ہے۔ لیکن ٹونی نے انکار کر دیا۔ اس کے چند روز کے بعد ڈومینیک خود ٹونی کے فلیٹ میں منتقل ہوگئی اور وہیں رہنے لگی۔

ٹونی کا اپنی فنی کاوشوں پر اور اپنی ذات پر اعتماد بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس نے اپنی اصل صلاحیت کو دریافت کر لیا ہے۔ وہ اسے فروغ دے کر اور زیادہ سے زیادہ پختہ بنائے گا۔ وہ اسکول کے علاوہ آزادانہ طور پر تقریباً دو درجن مختلف اقسام کی تصاویر بنا چکا تھا۔

چند دنوں کے بعد ڈومینیک نے اسے مشورہ دیا کہ اس کی تصاویر کی نمائش ہونی چاہیے۔ لیکن ٹونی نے کہا وہ ابھی خود کو اس لائق نہیں سمجھتا۔

"تمہارا خیال غلط ہے ٹونی۔" ڈومینیک نے کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ تمہاری تصاویر اس قابل ہیں کہ ان کی نمائش کی جانی چاہیے۔ یہ نمائش ضرور ہوگی۔"

اس سے اگلے دن جب ٹونی گھر آیا تو اس نے ڈومینیک کے ساتھ ایک موٹے سے عمر رسیدہ آدمی کو دیکھا۔ ٹونی اسے جانتا تھا۔ اس کا نام انٹون جارج تھا۔ وہ ایک درمیانے درجے کی آرٹ گیلری کا مالک تھا۔ سارے کمرے میں ٹونی کی تصاویر پھیلی ہوئی تھیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" ٹونی نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا کام بہت شان دار ہے۔" انٹون جارج نے کہا۔ "میں اپنی گیلری میں تمہاری تصاویر کی نمائش کر کے فخر محسوس کروں گا۔"

"پتا نہیں۔" ٹونی نے کہا۔

اگلے چند دن بعد ٹونی کی تصاویر کی نمائش ہونے والی تھی۔ نمائش سے دو دن پہلے کیٹ اچانک پیرس آ گئی۔ جب وہ ٹونی کے فلیٹ پر پہنچی تو ٹونی نے اس کا ڈومینیک سے تعارف کرایا۔ اس کے بعد کیٹ ٹونی کی تصاویر دیکھنے لگی۔

"میرا خیال ہے تمہاری تصویروں کی نمائش ہونی چاہیے۔" کیٹ نے کہا۔ "میں اس کا بندوبست کروں گی۔"

"شکریہ ممی!" ٹونی نے کہا اور اسے دو دن بعد ہونے والی اپنی تصاویر کی نمائش کے بارے میں بتایا۔ کیٹ نے بہت مسرت کا اظہار کیا۔

"یہ ضروری ہے کہ صحیح قسم کے لوگ اس نمائش کو دیکھیں۔" کیٹ نے کہا۔

"صحیح قسم کے لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے ممی؟" ٹونی نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے فن کی پرکھ رکھنے والے لوگ۔ دانش ور، فن کے ناقدین۔ مثلاً آندرے یوساؤ.... آندرے یوساؤ کو وہاں ہونا چاہیے۔"

آندرے یوساؤ کا شمار فرانس کے ممتاز نقادانِ فن میں ہوتا تھا۔ مصوری کے بارے میں اس کی رائے بہت اہم سمجھی جاتی

URDUMUTRAJUMGROUP

تھی لیکن وہ صرف بڑی بڑی نمائشوں میں شرکت کرتا تھا اور اخبارات میں تصویروں کے بارے میں اس کے لکھے ہوئے کالم حرف آخر کا درجہ رکھتے تھے۔

''بھلا آندرے یوساؤ اس چھوٹی سی اور غیر اہم نمائش میں کیوں آئے گا؟'' ٹونی نے کہا۔ ''وہ تو صرف بڑی بڑی آرٹ گیلریوں میں جاتا ہے۔''

''نہیں، اسے ضرور آنا چاہیے۔'' کیٹ نے کہا۔ ''وہ تمہیں راتوں رات مشہور بنا سکتا ہے۔''

''لیکن ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے کہ آندرے یوساؤ اس نمائش میں آئے گا۔'' ٹونی نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ میرے کچھ دوست ہیں جو اسے جانتے ہیں۔'' کیٹ نے کہا۔ ''میں کوشش کروں گی۔''

''یہ بہت بڑی بات ہوگی۔'' ڈومینیک نے کہا۔ ''اگر وہ نمائش میں آیا تو یہ بہت بڑی بات ہوگی۔''

''میں سمجھتی ہوں کہ آندرے یوساؤ تمہاری تصاویر کو پسند کرے گا۔'' کیٹ نے کہا۔ ''میں اس کے ذوق سے واقف ہوں۔''

اس رات کیٹ نے ٹونی اور ڈومینیک کو کھانے پر مدعو کیا۔ ٹونی نے اس سے درخواست کی کہ وہ نمائش تک رک جائے۔ لیکن کیٹ نے اسے بتایا کہ اسے کل ہی واپس روانہ ہونا ہے۔ کیونکہ اسے ایک اہم میٹنگ میں شرکت کرنا ہے۔

اگلی صبح کو کیٹ نے ایئر پورٹ سے فون کر کے ٹونی کو بتایا کہ وہ کوشش کے باوجود آندرے یوساؤ سے رابطہ قائم نہیں کر سکی ہے۔ اس نے ٹونی کی نمائش کی کامیابی کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

جارج آرٹ گیلری کوئی بہت زیادہ بڑی آرٹ گیلری نہیں تھی۔ اس کے مختصر سے ہال میں دیواروں پر ٹونی کی دو درجن تصاویر لٹکی ہوئی تھیں۔ لوگوں کی اچھی خاصی تعداد وہاں موجود تھی۔ ٹونی خاصا نروس ہو رہا تھا۔

اور تب اچانک ساری آنکھیں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ انتون جارج تقریباً دوڑتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

آندرے یوساؤ گیلری میں داخل ہو رہا تھا۔ ٹونی کے ہاتھ آہستہ آہستہ کانپنے لگے۔

''موسیو یوساؤ'' انتون جارج نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''تمہارا آنا ہم سب کے لیے اعزاز کی بات ہے۔''

''شکریہ۔'' آندرے یوساؤ نے کہا۔ ''میں آرٹسٹ سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''یہ ہے ٹونی بلیک ویل۔'' جارج نے ٹونی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

آندرے یوساؤ کچھ دیر تک گیلری میں رہا۔ اس نے تمام تصاویر کو غور سے دیکھا۔ اور جب وہ جانے لگا تو اس نے ٹونی سے مخاطب ہو کر صرف ایک جملہ کہا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ میں یہاں آیا ہوں۔''

آندرے یوساؤ کے جانے کے چند منٹ کے اندر اندر ٹونی کی ساری تصاویر فروخت ہو گئیں۔ ایک نیا فن کار ابھر رہا تھا۔

''آندرے یوساؤ اور میری گیلری میں؟'' انتون جارج جوش مسرت کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج ناممکن، ممکن ہو گیا ہے۔''

اگلی صبح پانچ ہی بجے ٹونی اور ڈومینیک اٹھ کر صبح کا اخبار خریدنے کے لیے بھاگے۔ اخبار اسی وقت آیا تھا۔ ٹونی نے جلدی سے اخبار لیا اور صفحات پلٹ کر اس کا آرٹ سیکشن نکالا۔ ٹونی کی تصاویر پر تبصرہ نمایاں طور پر شائع ہوا تھا۔ تبصرہ نگار آندرے یوساؤ تھا۔ ٹونی اسے جلدی جلدی بہ آواز بلند پڑھنے لگا۔

''گزشتہ رات ایک نوجوان امریکی مصور انتھونی بلیک ویل کی تصاویر کی نمائش جارج آرٹ گیلری میں منعقد ہوئی۔ میرے لیے یہ ایک اچھا تجربہ تھا۔ میں نے باصلاحیت فن کاروں کی تصاویر کی اتنی نمائشوں میں شرکت کی ہے کہ میں یہ بھول ہی گیا تھا کہ بری تصویریں کیسی ہوتی ہیں۔ اور یہ مجھے کل رات ہی یاد آیا۔''

ٹونی کا چہرہ خاک جیسا ہو گیا۔

''آگے مت پڑھو۔'' ڈومینیک نے ٹونی سے اخبار چھیننے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔'' ٹونی نے مستحکم لہجے میں کہا۔ ''مجھے سارا پڑھنا ہے۔''

''میں نے پہلے تو یہ سمجھا کہ شاید یہ سب کچھ ایک مذاق ہے۔ میں سنجیدگی کے ساتھ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی شخص ایسی بچکانہ تصاویر کو ایک آرٹ گیلری میں لٹکانے کی جسارت بھی کرے گا اور انہیں فن کا نام دے گا۔ میں نے ان تصاویر میں صلاحیت کا شائبہ بھی نہ پایا۔ ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ تصویروں کو لٹکانے کے بجائے مصور کو لٹکا دیتے۔''

ٹونی کو ایسا محسوس ہوا کہ گویا اس کے سینے میں پگھلا ہوا سیسہ بھر گیا ہو۔ اسے سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی۔

URDUMUTRAJUMGROUP

"مجھے اس پر یقین نہیں آتا۔" ڈومینیک نے روہانسی آواز میں کہا۔ "وہ سور.... جھوٹا...."

"وہ فن کا ناقد ہے۔" ٹونی نے آہستہ سے کہا۔ "اس نے دیکھا، سمجھا اور لکھ دیا۔ اف خدایا میں بھی کتنا احمق تھا۔"

ٹونی کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہنے لگے۔ اب چند گھنٹوں کے اندر اندر سارا پیرس اس تبصرے کو پڑھ لے گا۔ وہ تضحیک و تمسخر کا نشانہ بن جائے گا! لیکن جو چیز ٹونی کو سب سے زیادہ تکلیف دے رہی تھی۔ وہ یہ تھی کہ اس نے اپنے آپ کو غلط سمجھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ایک اچھا مصور بن سکتا ہے۔ لیکن اب اسے معلوم ہوا کہ اس کے اندر مصور بننے کی قطعاً کوئی صلاحیت موجود نہیں تھی۔

وہ سارا دن اور رات کا بیشتر حصہ ٹونی نے شراب پیتے ہوئے گزارا۔ جب وہ رات گئے گھر واپس آیا تو ڈومینیک نے بتایا کہ اس کی ماں کئی بار فون کر چکی ہے۔

"کیا تم نے اسے تبصرہ پڑھ کر سنا دیا ہے؟" ٹونی نے پوچھا۔

"ہاں۔" ڈومینیک نے آہستہ سے کہا۔ "وہ اصرار کر رہی تھی۔"

اس دوران فون کی گھنٹی پھر بجی۔ ٹونی نے فون اٹھا لیا۔

"ٹونی ڈیئر!" کیٹ نے کہا۔ "میری بات سنو! میں اس سے کہوں گی کہ وہ اس کی تردید چھاپے۔"

"نہیں ممی!" ٹونی نے کہا۔ "یہ ٹونی کا کاروباری لین دین نہیں ہے۔ یہ ایک نقاد کا اظہار رائے ہے۔ اس کی رائے یہ ہے کہ مجھے پھانسی پر لٹکا دیا جانا چاہیے۔"

"ڈارلنگ مجھے سخت افسوس ہے کہ تمہیں اتنا دکھ پہنچا۔"

"ٹھیک ہے ممی!" ٹونی نے کہا۔ "میں آندرے یوساؤ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے مزید غلطیاں کرنے سے بچا لیا۔"

"میرا انتظار کرنا ڈارلنگ!" کیٹ نے کہا۔ "میں اس وقت جوہانس برگ میں ہوں۔ کل میں وہاں سے روانہ ہو جاؤں گی اور پیرس آؤں گی۔ پھر ہم ساتھ ساتھ نیویارک چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے ممی!" ٹونی نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"مجھے افسوس ہے ڈومینیک کہ تم نے غلط آدمی کا انتخاب کیا۔" ٹونی نے ڈومینیک سے کہا۔ ڈومینیک کی آنکھوں میں غم کے گہرے سائے تھے۔

اس سے اگلے دن شام کو پیرس میں کروگر برینٹ لمیٹڈ کمپنی کے علاقائی دفتر میں کیٹ بلیک ویل اپنے شاندار کمرے میں بیٹھی ہوئی ایک چیک لکھ رہی تھی۔ اس کے سامنے بیٹھا ہوا شخص آندرے یوساؤ تھا۔

"یہ واقعی بڑے افسوس کی بات ہے۔ مسز بلیک ویل" آندرے یوساؤ کہہ رہا تھا۔ "تمہارے بیٹے میں واقعی بڑ صلاحیت موجود ہے۔ وہ ایک بڑا فن کار بن سکتا تھا۔"

کیٹ نے سرد نظروں سے آندرے یوساؤ کی طرف دیکھ "مسٹر یوساؤ دنیا میں ہزاروں مصور موجود ہیں۔ میرا بیٹا ا ہجوم کا حصہ نہیں بن سکتا تھا پھر اس نے چیک آندرے یوساؤ طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم نے اپنا کام کر دیا۔ اب اپنا کام کر رہی ہوں۔ کروگر برینٹ لمیٹڈ کمپنی جوہانس برگ میں، لندن اور نیویارک میں آرٹ میوزیم قائم کرے گی او تصاویر کے انتخاب کے انچارج ہو گے۔"

آندرے یوساؤ کے جانے کے بعد کافی دیر تک کی خاموش بیٹھی رہی۔ وہ بہت افسردہ تھی۔ اسے اپنے بیٹے بہت محبت تھی۔ اگر اسے کبھی پتا چل گیا تو....؟ اس نے بہت خطرہ مول لیا تھا، لیکن وہ ٹونی کو اس بات کی اجازت نہیں د سکتی تھی کہ وہ اپنی زندگی ان کاموں میں ضائع کرے۔ اس کام تو کمپنی کا تحفظ کرنا تھا۔ کمپنی جس کے لیے کیٹ نے ا زندگی کا ہر ہر لمحہ وقف کر رکھا تھا۔

کیٹ اپنی جگہ سے اٹھی۔ وہ خود کو بہت تھکا ہوا پا رہی تھ اب اسے ٹونی کو ساتھ لے کر نیویارک روانہ ہو جانا تھا۔

اگلے چند سال ٹونی نے اس طرح گزارے گویا وہ ا بند گلی میں سفر کر رہا ہو۔ اس کی زندگی ہر قسم کے جوش و جذ سے یکسر خالی تھی۔ بڑی محنت کے ساتھ کروگر برینٹ کمپنی غیر دلچسپ اور اکتا دینے والے کاموں میں مصروف رہتا اور ماضی کی ساری باتوں کو بھول جانا چاہتا تھا۔ اس ڈومینیک کو کئی خط لکھے لیکن وہ واپس آ گئے۔ ڈومینیک کا کوئ نہ تھا۔ ٹونی کی زندگی میں اب خلا تھا صرف خلا! وہ ایک جان مشین کی طرح کام کرتا رہتا تھا۔

اور پھر ایک دن ٹونی نے ایک رسالے میں ایک اشته دیکھا۔ اس اشتہار میں ماڈل کے طور پر جس لڑکی کی تصویر تھی ڈومینیک تھی۔ یہ ایک امریکی رسالہ تھا۔

جس کمپنی کا وہ اشتہار تھا ٹونی نے وہاں فون کر کے اس ایڈورٹائزنگ ایجنسی کا پتا معلوم کیا۔ اس کا نام بیلنگ ایج تھا۔ ٹونی نے بیلنگ ایجنسی کو فون کیا۔

"میں تمہاری ایک ماڈل ڈومینیک میسن کا پتا معلوم کرنا چ ہوں۔" ٹونی نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ہما پالیسی کے مطابق اپنی کسی ماڈل کے بارے میں

URDUMUTRAJUMGROUP

اطلاعات نہیں فراہم کرسکتے۔''

ٹونی کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کر براڈ راجرس کے پاس چلا گیا۔

''براڈ' کیا تم بلیسنگ ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟'' ٹونی نے اس سے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔'' براڈ نے کہا۔ ''یہ ہماری ذیلی کمپنیوں میں سے ایک ہے۔'' براڈ نے کہا۔

''ہم نے اسے کب حاصل کیا؟'' ٹونی نے پوچھا۔

''چند سال پہلے۔'' براڈ نے جواب دیا۔ ''تقریباً اس وقت جب سے تم نے کمپنی میں کام کرنا شروع کیا ہے۔ تمہیں اس سے کیا دلچسپی پیدا ہوگئی ہے؟''

''میں اس کی ایک ماڈل کا پتا معلوم کرنا چاہتا ہوں۔'' ٹونی نے کہا۔

''یہ کون سا مسئلہ ہے؟ ابھی لو۔'' براڈ راجرس نے کہا اور فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''نہیں براڈ۔'' ٹونی نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ ''میں خود معلوم کرلوں گا۔''

اسی سہ پہر کو ٹونی بلیسنگ ایجنسی کے صدر دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔

''مسٹر بلیک ویل' تمہارا یہاں آنا ہم سب کے لیے اعزاز کی بات ہے۔'' صدر منمنا کر کہہ رہا تھا۔ ''میرا خیال ہے کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہی چل رہا ہے۔ گزشتہ سہ ماہی کے دوران ہمارا منافع....''

''میں منافع کے بارے میں معلوم کرنے نہیں آیا ہوں۔'' ٹونی نے کہا۔ ''مجھے تمہاری ایک ماڈل ڈومینیک میسن کا پتا چاہیے۔''

''اوہ ضرور۔'' صدر نے کہا۔ ''تمہاری ماں نے اپنی خصوصی ہدایت کے تحت اسے یہاں ملازم رکھوایا تھا۔''

ٹونی ڈومینیک کے اپارٹمنٹ کی بلڈنگ کے باہر انتظار کر رہا تھا کہ ایک سیاہ سیڈان آ کر رکی اور ڈومینیک اس میں سے باہر نکلی۔ اس کے ساتھ ایک مضبوط جسم کا نوجوان آدمی بھی تھا۔ ٹونی کو دیکھتے ہی ڈومینیک جیسے زمین میں جم کر رہ گئی۔

''میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں ڈومینیک۔'' ٹونی نے کہا۔

''پھر کسی وقت۔'' ڈومینیک کے ساتھ موجود نوجوان نے کہا۔ ''ہم لوگ اس وقت بہت جلدی میں ہیں۔''

''اپنے دوست سے کہو کہ چلا جائے۔'' ٹونی نے ڈومینیک سے کہا۔

''بین' پلیز چلے جاؤ۔'' ڈومینیک نے اپنے ساتھی سے کہا۔

وہ خاصی خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ ''میں تمہیں شام کو فون کردوں گی۔'' وہ شخص ٹونی کو گھورتا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد ڈومینیک ٹونی کو اپنے اپارٹمنٹ میں لے آئی۔ ڈومینیک کے اپارٹمنٹ سے اس کی خوشحالی کا اندازہ ہوتا تھا۔

''تم نے بلیسنگ ایڈورٹائزنگ ایجنسی میں ملازمت کس طرح حاصل کی؟'' ٹونی نے پوچھا۔ اس کا لہجہ سرد تھا۔

''وہ۔ میں تمہارے جانے کے بعد امریکا آ گئی تھی۔'' ڈومینیک نے کہا۔ ''یہاں میں نے اس کمپنی کا اشتہار برائے ملازمت پڑھا اور درخواست دے دی۔''

''میری ماں سے تمہاری پہلی ملاقات کب ہوئی تھی؟'' ٹونی نے پوچھا۔

''تمہارے فلیٹ میں.... پیرس میں....'' ڈومینیک نے کہا۔

''زیادہ کھیل کھیلنے کی ضرورت نہیں ہے ڈومینیک۔'' ٹونی نے کہا۔ ''کھیل ختم ہوچکا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا ہے لیکن اب اگر تم ایک لفظ بھی جھوٹ بولیں تو میں تمہارا چہرہ اتنا بگاڑوں گا کہ اس کی کوئی تصویر نہیں بن سکے گی۔''

ڈومینیک خوف زدہ ہو کر ٹونی کو دیکھنے لگی۔ ٹونی نے اپنا سوال پھر دہرایا۔ ''تم ماں سے پہلی بار کب ملی تھیں؟''

''جب تمہیں پیرس کے ایکول آرٹس سکول میں داخلہ ملا تھا۔'' ڈومینیک نے آہستہ سے کہا۔ ''تمہاری ماں نے ہی وہاں میرے لیے ماڈلنگ کرنے کا بندوبست کیا تھا۔''

''اور اس نے تمہیں میرے پیچھے لگایا؟'' ٹونی نے کہا۔ ''اور تم نے یہ ظاہر کیا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ اور اس کے عوض اس نے تمہیں رقم دی؟''

''ہاں۔'' ڈومینیک نے جواب دیا۔ ''میرے حالات بہت خراب تھے میرے پاس بالکل رقم نہیں تھی۔''

''میری ماں کیا چاہتی تھی؟'' ٹونی نے پوچھا۔

''وہ تم پر نظر رکھنا چاہتی تھی۔'' ڈومینیک نے آہستہ سے جواب دیا۔

ٹونی جب وہاں سے واپس آیا تو شرم اور ذلت کے شدید احساس سے دوچار تھا۔ وہ اپنی ماں کے ہاتھ میں محض کٹھ پتلی تھا۔ ماں کے نزدیک کروگر برینٹ کمپنی کے علاوہ کسی اور چیز کی اہمیت نہیں تھی۔ ماں کی نظروں میں وہ محض ایک وارث تھا۔ کروگر برینٹ کمپنی کا وارث!

ٹونی جب گھر آیا تو وہ بہت شراب پیے ہوئے تھا۔ کیٹ اس

URDUMUTRAJUMGROUP

وقت لائبریری میں بیٹھی ہوئی تھی۔

''میری ڈومینیک سے بات ہوئی تھی۔'' اس نے کیٹ سے کہا۔ ''مجھے یقین ہے کہ میرے پیٹھ پیچھے تم دونوں کو میرے اوپر ہنسنے میں بڑا لطف آیا ہوگا؟''

کیٹ اس کی یہ بات سنتے ہی پریشان ہوگئی۔ ''ٹونی....''

''آج سے تم میری ذاتی زندگی میں کوئی دخل نہیں دو گی ممی۔'' اس نے چلا کر کہا۔ ''اچھی طرح سن لو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔'' اور وہ پیر پٹختا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

اس سے اگلے دن ٹونی نے ایک الگ اپارٹمنٹ کرائے پر لے لیا اور اپنی ماں کا گھر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد سے اس نے اپنی ماں سے محض کاروباری نوعیت کے تعلقات رکھے۔ وہ کمپنی آتا تھا اور حسب سابق کام بھی کرتا تھا لیکن اپنی ماں کی جانب سے اس کا رویہ صرف دفتری امور تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔

کیٹ نے کئی بار مصالحت کی کوشش کی لیکن ٹونی نے اسے نظر انداز کر دیا۔

کیٹ کا دل بہت دکھتا تھا لیکن اس نے اپنے خیال کے مطابق وہی کچھ کیا تھا جو ٹونی کے لیے ٹھیک تھا۔ بالکل اس طرح جس طرح اس نے ڈیوڈ کے ساتھ ایک بار وہی کیا تھا جو ڈیوڈ کے لیے ٹھیک تھا۔ وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ ڈیوڈ کمپنی کو چھوڑ کر چلا جائے اور جوزیفین سے شادی کرلے۔ اور اسی طرح وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ ٹونی کمپنی سے کوئی سروکار نہ رکھے۔ کیٹ ٹونی کو اس کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

ایک دن براڈ راجرس نے کیٹ کو اطلاع دی کہ جنوبی افریقہ میں پولیس نے بانڈا کو گرفتار کرلیا ہے۔ کیٹ اسی دن جوہانس برگ کے لیے روانہ ہوگئی۔

کیٹ نے وہاں پہنچتے ہی جیل خانہ جات کے ڈائریکٹر کو فون کیا۔ ڈائریکٹر نے اسے بتایا کہ بانڈا جیل میں قید تنہائی میں ہے اور اس سے ملنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ تاہم کیٹ بلیک ویل اس سے مل سکتی ہے۔

''اوہ بانڈا۔'' کیٹ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اب تم یہاں سے باہر کس طرح نکلو گے؟'' بانڈا بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کے سر کے بال سفید ہوگئے تھے۔

''صرف تابوت میں!'' بانڈا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ ''میرے باہر نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے۔''

''میں تمہیں اعلا ترین وکلا فراہم کروں گی جو....''

''اس بات کو بھول جاؤ کیٹ۔'' بانڈا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''میں نے بہادری کے ساتھ جدوجہد کی ہے اور میں بہادری کی موت مرنا چاہتا ہوں۔''

اس سے اگلے دن اخبارات میں کیٹ نے پڑھا کہ سیاہ فام رہنما بانڈا کو جیل سے فرار ہونے کی کوشش میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

کیٹ نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ کبھی جنوبی افریقہ کی سرزمین پر قدم نہیں رکھے گی.... کبھی نہیں....

نیویارک واپس آنے کے کچھ دنوں کے بعد کیٹ نے منصوبہ بنایا کہ ٹونی ایک بہت مال دار شخص کی بیٹی لوسی سے شادی کرلے۔ کیٹ چاہتی تھی کہ شادی کے بعد اس شخص کے سارے کاروبار کو کروگر برینٹ کمپنی میں ضم کرے اور اس طرح کمپنی کا منافع اور زیادہ بڑھ جائے۔

ٹونی نے کیٹ کے سارے منصوبے کو ٹھکرا کر ماریان سے شادی کرلی۔ وہ نسبتاً ایک کم مال دار گھرانے کی لڑکی تھی، لیکن ٹونی اسے چاہنے لگا تھا اور وہ خود بھی ٹونی کو بہت پسند کرتی تھی۔ شادی کے بعد ہنی مون پر جانے سے پہلے ٹونی نے اپنی ماں کو فون پر اس شادی کی اطلاع دی۔ کیٹ ماریان سے واقف تھی۔

''ماریان ٹونی کو اب ایک بیٹا دے گی۔'' کیٹ نے سوچا۔ ''ٹونی کا بیٹا۔ کروگر برینٹ کمپنی کا اگلا وارث.....''

ہنی مون سے واپس آنے کے بعد ماریان اور ٹونی کیٹ سے ملنے گئے۔ کیٹ ماریان کے ساتھ بہت مہربانی سے پیش آئی۔ اور رفتہ رفتہ دونوں کے درمیان تعلقات بہت اچھے ہوگئے۔ وہ دونوں ہر دوسرے تیسرے دن ایک دوسرے کو فون کرتی رہتی تھیں۔

ماریان اور کیٹ دونوں تنہا تھیں۔ جب ماریان نے کیٹ کو یہ بات بتائی۔

''میں ڈاکٹر ہارلے کے پاس گئی تھی۔ جو بلیک ویل خاندان کا فیملی ڈاکٹر ہے۔ میری طبیعت کچھ خراب تھی۔ ڈاکٹر ہارلے نے میرا معائنہ کرنے کے بعد مجھے مشورہ دیا کہ میں ماں بننے سے گریز کروں۔ اس کے خیال میں میرے لیے ماں بننا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر ہمیں بچوں کا شوق ہو تو ہم کوئی بچہ لے کر پال لیں۔''

کیٹ بڑی مشکل سے اپنی مایوسی اور ناامیدی کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ماریان کا ایک ایک لفظ اس کے ذہن پر ہتھوڑے کی طرح برس رہا تھا۔

''ڈاکٹر ہارلے ایک طویل عرصے سے ہمارے خاندان کا ڈاکٹر ہے۔ مگر وہ بہت وہمی اور شکی آدمی ہے۔ ماریان، جب بھی

URDUMUTRAJUMGROUP

کوئی عورت ماں بننے والی ہوتی ہے تو وہ اپنی زندگی کا خطرہ مول لیتی ہے۔ ساری زندگی ہی خطروں سے بھرپور ہے اصل بات یہ ہے کہ انسان یہ فیصلہ کرے کہ کون سا خطرہ مول لیا جائے اور کس خطرے سے بچا جائے بہتر ہے کہ تم ٹونی سے اس بات کو پوشیدہ رکھو۔"

"مجھے تم سے اتفاق ہے۔" ماریان نے کہا۔ "ہم ٹونی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔"

اس کے تین ماہ بعد ماریان کا پاؤں بھاری ہو گیا۔ ٹونی نے جب یہ خبر سنی تو وہ خوشی سے بے قابو ہو گیا۔ کیٹ فتح مندی کے احساس سے سرشار ہو گئی۔ ڈاکٹر ہارلے خوفزدہ ہو گیا۔

"میں فوراً اسقاط کا بندوبست کرتا ہوں۔" ڈاکٹر ہارلے نے ماریان سے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر ہارلے۔" ماریان نے کہا۔ "میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ میں ایک بچے کی ماں بنوں گی۔"

جب ماریان نے کیٹ کو ڈاکٹر ہارلے کی تجویز کے بارے میں بتایا تو کیٹ آگ بگولا ہو کر ڈاکٹر ہارلے کے دفتر میں داخل ہوئی۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ تم میری بہو کو اسقاط کا مشورہ دو؟" اس نے سخت غصے کے عالم میں کہا۔

"کیٹ!" ڈاکٹر ہارلے نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "میں نے اسے بتا دیا ہے کہ اگر وہ حمل کی زندگی پوری کرے گی تو اس میں اس کی زندگی کو شدید خطرہ ہے۔"

"تمہیں کچھ پتا نہیں ہے۔" کیٹ نے کہا۔ "وہ بالکل ٹھیک ٹھاک رہے گی۔ مہربانی کر کے اسے خوف زدہ مت کرو۔"

آٹھ ماہ کے بعد ایک رات کے آخری حصے میں ماریان زور زور سے کراہنے لگی۔ ٹونی نے بیدار ہو گیا اس نے فوراً اسپتال فون کیا۔

"گھبراؤ مت ڈیئر۔" ٹونی جلدی جلدی لباس تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں ابھی اسپتال لیے چلتا ہوں۔"

"آہ۔ اف جلدی کرو ٹونی۔" ماریان نے بہ مشکل کہا۔

ماریان اس وقت سوچ رہی تھی کہ کیا وہ ٹونی کو وہ بات بتا دے جو ڈاکٹر ہارلے نے کہی تھی۔ لیکن پھر اس نے سوچا کہ اب اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسے امید تھی کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔

جب ٹونی ماریان کو لے کر اسپتال پہنچا تو وہاں سارے انتظامات مکمل تھے۔ ٹونی کو انتظار گاہ میں بٹھا دیا گیا۔ اور ماریان کو معائنے کے لیے [illegible] میں لے جایا گیا۔

ماہر امراض نسواں ڈاکٹر میٹسن نے ماریان کا بلڈ پریشر لیا۔ اس نے بلڈ پریشر کے آلے کو بے یقینی کے ساتھ دیکھا اور دوبارہ بلڈ پریشر لیا۔ پھر اس نے نرس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اسے آپریشن روم میں لے چلو۔ جلدی کرو۔ بہت جلدی۔"

ٹونی اسپتال کے کوریڈور میں کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ جب اس نے ڈومینیک اور اس کے دوست بین کو ایک طرف سے آتے دیکھا۔ ڈومینیک اسے دیکھ کر رک گئی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو ٹونی؟" ڈومینیک نے پوچھا۔

"میری بیوی کی زچگی ہونے والی ہے۔" ٹونی نے کہا۔

"کیا اس کا بندوبست بھی تمہاری ماں نے کیا ہے؟" ڈومینیک کے دوست بین نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

"اس بات کا کیا مطلب؟" ٹونی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ڈومینیک نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے لیے ہر چیز کا بندوبست تمہاری ماں کرتی ہے۔" بین نے کہا۔

"بین، پلیز چپ رہو۔" ڈومینیک نے اسے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"مگر کیوں؟" بین نے کہا۔ "یہ سچ ہے۔ یہ سب کچھ تو تم ہی نے تو مجھے بتایا تھا۔"

"یہ کیا باتیں کر رہے ہو۔" ٹونی نے ڈومینیک سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" ڈومینیک نے کہا۔ "چلو بین، ہم یہاں سے چلیں۔"

لیکن بین اس صورت حال سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ "کاش میری بھی تمہاری جیسی ماں ہوتی۔ ماڈل کی ضرورت ہوتی تو وہ فراہم کر دیتی۔ نمائش کی ضرورت ہوتی تو وہ اس کا بندوبست کر دیتی....."

"بین، خدا کے واسطے چلو۔" ڈومینیک نے اسے وہاں سے لے جانے کی کوشش کی۔

"ٹھہرو۔" ٹونی نے کہا۔ "اس نے کہا ہے کہ میری نمائش کا اہتمام میری ماں نے کیا تھا۔ اسے بتاؤ ڈومینیک کہ یہ غلط ہے۔" ڈومینیک کا چہرہ مرجھا سا گیا۔

"کہو ڈومینیک کہ یہ غلط ہے۔" ٹونی نے کہا۔

"نہیں ٹونی۔" ڈومینیک نے نیم مردہ آواز میں کہا۔ "یہ صحیح ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اس نمائش کا اہتمام میری ماں نے کیا تھا؟" ٹونی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس نے جارج کو

URDUMUTRAJUMGROUP

اس کے لیے رقم دی تھی؟''

''ٹونی جارج کو تمہاری تصویریں اچھی لگی تھیں۔'' ڈومینیک نے آہستہ سے کہا۔

''اسے نقادِ فن آندرے یوساؤ کے بارے میں بھی بتادو ڈومینیک۔'' بین نے کہا۔

''نہیں بین چلو۔'' ڈومینیک نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

لیکن ٹونی نے ان کا راستہ روک لیا۔

''کیا آندرے یوساؤ کو میری نمائش میں میری ماں نے بھیجا تھا۔'' ٹونی نے پوچھا۔

''ہاں۔'' ڈومینیک کی آواز سرگوشی میں تبدیل ہوگئی۔

''لیکن اس نے میری تصاویر کے لیے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔'' ٹونی نے کہا۔ اس کی آواز درد سے بھرپور تھی۔

''نہیں ٹونی۔'' ڈومینیک نے ایک لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''اس نے تمہاری تصویروں کو پسند کیا تھا۔ آندرے یوساؤ نے تمہاری ماں کو بتایا تھا کہ تم ایک بہت بڑے فن کار بن سکتے ہو۔ تمہارے اندر اس کی صلاحیت موجود ہے۔''

ٹونی کا دل اندر سے کٹنے لگا۔ اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

''تو۔ تو۔ میری ماں نے مجھے تباہ کرنے کے لیے یوساؤ کو رقم دی؟'' ٹونی بہ مشکل کہہ سکا۔

اس کا خیال تھا کہ تمہاری بہتری اس میں ہے۔ ڈومینیک نے کہا اور اپنے دوست کے ساتھ چلی گئی۔

ٹونی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کی ماں اس قدر خوفناک عورت ہوسکتی ہے۔ اس نے ظلم و ستم کی انتہا کردی تھی۔ ''وہ مجھ سے مسلسل جھوٹ بولتی رہی ہے اور مجھے دھوکا دیتی رہی ہے۔'' ٹونی نے سوچا۔ ''وہ مجھے کبھی بھی میری مرضی کی زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس کے لیے سب کچھ اس کی کمپنی ہے۔ کروگر برینٹ کمپنی۔ انسان اس کی نظر میں لکڑی کے ٹکڑے ہیں۔ بے حس و جامد ٹکڑے۔ شطرنج کے مہرے۔ جنہیں وہ اپنی مرضی سے جس طرح چاہے الٹتی بدلتی رہے۔''

ٹونی خاموشی سے کوریڈور سے آکر انتظار گاہ میں بیٹھ گیا۔ اسے ساری دنیا تاریک نظر آرہی تھی۔

اندر آپریشن روم میں ڈاکٹر ماریان کی جان بچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے۔ اس کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک گر گیا تھا۔ اور دل کی دھڑکن بھی بے ترتیب تھی۔ اسے آکسیجن دی گئی اور خون بھی چڑھایا گیا لیکن سب بے سود ہوا۔ جب پہلا بچہ پیدا ہوا تو ماریان بے ہوش تھی اور جب اس کے تین منٹ بعد دوسرا جڑواں بچہ پیدا ہوا تو ماریان مرچکی تھی۔

کسی نے ٹونی کو آواز دی۔ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ ڈاکٹر میٹسن اس کے پاس کھڑا ہوا تھا۔

''مسٹر بلیک ویل، تم دو خوب صورت اور صحت مند جڑواں بچیوں کے باپ ہو۔'' اس نے کہا۔ ٹونی نے اس کی آنکھوں میں کچھ اور بھی دیکھ لیا۔

''اور ماریان؟'' ٹونی نے پوچھا۔ ''وہ تو ٹھیک ہے نا؟''

''مجھے افسوس ہے۔'' ڈاکٹر میٹسن نے کہا۔ ''ہم نے اپنی پوری کوشش کی مگر ہم اسے نہ بچا سکے۔''

اور اسی وقت ڈاکٹر ہارلے سامنے سے آتا ہوا نظر آیا۔ ڈاکٹر میٹسن واپس چلا گیا۔

''انہوں نے اسے مار دیا۔'' ٹونی نے روتے ہوئے کہا۔ ''وہ مرگئی۔ وہ مرگئی۔''

''مجھے بہت افسوس ہے ٹونی۔'' ڈاکٹر ہارلے نے کہا۔ ''لیکن اسے کسی نے نہیں مارا۔ میں نے اسے کئی ماہ پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اگر اس نے حمل کی مدت پوری کرنے پر اصرار کیا تو اس صورت میں اس کی موت واقع ہوسکتی ہے۔''

ٹونی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ڈاکٹر ہارلے کیا کہہ رہا ہے۔ ''تم کیا کہہ رہے ہو ڈاکٹر؟'' اس نے کہا۔

''کیا ماریان نے تمہیں اس بارے میں کچھ نہیں بتایا؟'' ڈاکٹر ہارلے نے کہا۔ تمہاری ماں نے بھی تمہیں کچھ نہیں بتایا؟''

ٹونی حیرانی کے ساتھ ڈاکٹر ہارلے کی شکل دیکھ رہا تھا۔ ''میری ماں نے؟''

''ہاں ٹونی!'' ڈاکٹر ہارلے نے کہا۔ ''میں نے ماریان کو اس کے بارے میں بتادیا تھا۔ لیکن تمہاری ماں میرے پاس آکر سخت ناراض ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ میں ماریان کو خوف زدہ کر رہا ہوں۔ میں نے ماریان کو اسقاط کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن تمہاری ماں نے اس سے کہا کہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ مجھے بہت افسوس ہے ٹونی۔ ٹونی، میں نے تمہاری جڑواں بیٹیوں کو دیکھا ہے۔ وہ دونوں بہت خوب صورت ہیں۔ کیا تم انہیں دیکھنا پسند کرو گے؟''

لیکن ٹونی کچھ نہیں سن رہا تھا۔

ٹونی اسپتال سے نکلا اور سیدھا کیٹ کے گھر پہنچا۔ کیٹ کے بٹلر نے، جس کا نام لیسٹر تھا، ٹونی کے لیے دروازہ کھولا۔

''گڈ مارننگ مسٹر بلیک ویل۔'' لیسٹر نے کہا۔

''گڈ مارننگ!'' ٹونی نے جواب دیا۔

URDUMUTRAJUMGROUP

لیسٹر نے ٹونی کی اجڑی اجڑی شکل کو غور سے دیکھا اور آہستہ سے پوچھا۔ ”سب ٹھیک ٹھاک تو ہے مسٹر بلیک ویل؟“

”سب ٹھیک ہے۔“ ٹونی نے جواب دیا۔ ”کیا تم مجھے ایک پیالی کافی بنا دو گے؟“

”یقیناً۔“ لیسٹر نے جواب دیا۔

ٹونی نے لیسٹر کو باورچی خانے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔

”قدم بڑھاؤ ٹونی۔“ کسی اندرونی آواز نے ٹونی کو حکم دیا۔

”ہاں، ابھی اسی وقت!“ ٹونی کے اندر سے ایک آواز ابھری اور ٹونی ٹرافی روم میں داخل ہو گیا۔ وہ اس الماری کے پاس پہنچا جس میں ہتھیاروں کا ذخیرہ رہتا تھا۔

”الماری کھولو ٹونی!“ اس کے اندر کی آواز نے اسے حکم دیا۔

اس نے الماری کھولی، اور ہتھیاروں کے ذخیرے میں سے ایک ریوالور کا انتخاب کیا۔ اس نے دیکھ لیا کہ ریوالور بھرا ہوا ہے۔

”وہ اوپر ہو گی ٹونی، اپنے کمرے میں۔“ اندرونی آواز نے اس سے کہا۔

ٹونی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اسے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ اس کی ماں اپنی خرابی کی خود ذمے دار نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دولت کے لالچ اور ہوس نے اسے اندھا کر دیا ہے اور اب وہ اس کا علاج کر دے گا۔ کروگر برینٹ کمپنی نے اس کی ماں کو اس کی روح تک سے محروم کر دیا تھا۔ اور وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ وہ صرف یہ جانتی تھی کہ وہ کیوں کر رہی ہے اس کی ماں اور کمپنی ایک ہو کر رہ گئے تھے اور جب اس کی ماں مر جائے گی تو کمپنی بھی مر جائے گی۔

وہ کیٹ کے بیڈروم کے دروازے پر تھا۔

”دروازہ کھولو۔“ اندرونی آواز نے اسے حکم دیا۔

ٹونی نے جب دروازہ کھولا تو کیٹ لباس تبدیل کر کے باہر آنے کی تیاری کر رہی تھی۔

”ٹونی!“ اس نے حیرت اور خوف کے ملے جلے احساس کے ساتھ کہا۔ ”یہ.... کیا....؟“

وہ اپنا فقرہ پورا نہ کر سکی۔ ٹونی نے ٹریگر دبا دیا۔

کیٹ کے بٹلر کے وحشت ناک فون کے بعد ڈاکٹر ہارلے جب آندھی طوفان کی رفتار سے وہاں پہنچا تو اس نے کیٹ کے بیڈروم میں ایک دل دہلا دینے والا منظر دیکھا۔ کیٹ خون میں لت پت فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کی گردن اور سینے میں گولیوں کے زخم تھے۔ خون بہہ کر بیڈروم کے فرش کے سفید قالین میں جذب ہو رہا تھا۔ ٹونی وحشیانہ انداز میں اس کی الماریوں میں سے کپڑے نکال کر انہیں قینچی سے کاٹ رہا تھا۔ اور فرش پر پھینکتا جاتا تھا۔ ڈاکٹر ہارلے نے فوراً ایمبولینس کے لیے فون کیا۔ پھر اس نے جھک کر کیٹ کی نبض دیکھی۔ نبض بہت ہلکی تھی، اور کیٹ کا چہرہ نیلا ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے جلدی سے کیٹ کے ایک انجکشن لگایا۔

”بات کیا ہوئی؟“ ڈاکٹر ہارلے نے بٹلر سے پوچھا۔

لیسٹر اس قدر پریشان تھا کہ اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ ”مسٹر بلیک ویل نے مجھ سے کافی بنانے کے لیے کہا۔ میں باورچی خانے میں تھا جب میں نے گولی چلنے کی آواز سنی۔ میں بھاگتا ہوا اوپر آیا اور میں نے مسز ڈیوڈ بلیک ویل کو فرش پر اسی طرح پڑے ہوئے پایا۔ مسٹر بلیک ویل اپنی ماں کے پاس کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اب میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا ممی۔ سب کچھ ختم ہو گیا اور پھر وہ الماری سے کپڑے نکال نکال کر انھیں قینچی سے کاٹنے لگے۔“

”تم کیا کر رہے ہو ٹونی؟“ ڈاکٹر ہارلے نے ٹونی کی طرف مڑ کر پوچھا۔

”میں ممی کی مدد کر رہا ہوں۔“ ٹونی نے جنونی انداز میں ایک کپڑے کو چیرتے ہوئے کہا۔ ”میں کمپنی کو تباہ کر رہا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے مجھے ماریان سے محبت تھی، بہت محبت تھی، مجھے اس سے بہت محبت تھی۔“ اور وہ کپڑے کاٹتا رہا۔

کیٹ کو ایک ایسے پرائیویٹ اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں پہنچایا گیا جو کروگر برینٹ لمیٹڈ کمپنی کی ملکیت تھا۔ گولیاں نکالنے کے لیے آپریشن کیا گیا اور خون دیا گیا۔

تین مرد نرسوں کی مدد سے ٹونی کو ایک دوسری ایمبولینس میں بٹھایا گیا۔ اور وہ بھی اس وقت جب ڈاکٹر ہارلے نے اسے غنودگی لانے والا ایک انجکشن دیا۔ ٹونی پر جنون کی کیفیت طاری تھی اور وہ کسی طرح قابو میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

ایمبولینس والوں نے پولیس کو مطلع کر دیا تھا اور ایک پولیس پارٹی موقع واردات پر پہنچ گئی تھی۔ ڈاکٹر ہارلے نے براڈ راجرس کو بلایا اور پولیس کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا۔

دوسرے دن کے اخبارات میں فائرنگ کے اس واقعے کی کوئی خبر شائع نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر جب انتہائی دیکھ بھال کے یونٹ میں کیٹ کو دیکھنے گیا۔ تو اس وقت کیٹ ہوش میں آ چکی تھی۔ آپریشن کامیاب ہو گیا تھا اور کیٹ کی جان بچا لی گئی تھی۔

URDUMUTRAJUMGROUP

"میرا بیٹا کہاں ہے؟" کیٹ نے کمزور آواز میں ڈاکٹر ہارلے سے پوچھا۔

"وہ خیریت سے ہے۔" ڈاکٹر ہارلے نے کہا۔ "تم اس کے بارے میں پریشان مت ہو۔"

ٹونی کو اس وقت تک دماغی اور نفسیاتی امراض کے ایک پرائیویٹ سینی ٹوریم میں پہنچا دیا گیا تھا۔

"ڈاکٹر ہارلے، اس نے مجھے کیوں مارنا چاہا؟" کیٹ کی آواز ناقابل برداشت درد سے بھرپور تھی۔

"وہ تمہیں ماریاں کی موت کا ذمے دار ٹھہراتا ہے۔" ڈاکٹر ہارلے نے کہا۔

"یہ پاگل پن ہے۔" کیٹ نے آہستہ سے کہا۔

"اس کے بارے میں زیادہ مت سوچو کیٹ۔" ڈاکٹر ہارلے نے کہا۔ "تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

ڈاکٹر ہارلے کے جانے کے بعد کیٹ بڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ ہوا وہ سچ تھا۔ اسے یہ سب کچھ کسی بھیانک خواب کی مانند معلوم ہوتا تھا۔ "میں تو ماریان کو پسند کرتی تھی۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ "میں اسے کس طرح ہلاک کر سکتی تھی۔ اور میں اسے اس لیے پسند کرتی تھی کیونکہ ٹونی اسے پسند کرتا تھا۔ میں نے جو کچھ بھی کیا اپنے بیٹے کے لیے کیا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ ٹونی بغیر اولاد کے رہے؟ میں تو اسے اولاد کے تحفے سے محروم نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ نہیں، وہ غلطی پر ہے۔ میں نے جو کچھ سوچا ٹھیک سوچا۔"

کیٹ اپنے ڈارک ہاربر والے سیڈار ہل ہاؤس میں آرام کر رہی تھی جہاں اس کی صحت تیزی سے بحال ہو رہی تھی۔ ٹونی دماغی و نفسیاتی امراض کے ایک پرائیویٹ سینی ٹوریم میں تھا جہاں اس کی بہترین نگہداشت کی جا رہی تھی۔ کیٹ نے پیرس، ویانا، برلن اور لندن سے دماغی اور نفسیاتی امراض کے ماہرین کی ٹیمیں کی ٹیمیں بلوائی تھیں۔ لیکن وہ سب مل کر بھی ٹونی کو اچھا نہ کر سکے۔ اس کا شمار خطرناک پاگلوں میں کیا گیا تھا۔ اور اسے بڑی احتیاط کے ساتھ ایک الگ کمرے میں رکھا گیا تھا۔

"ہم اسے صرف دواؤں کے سہارے پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر مورس نے کہا۔ جو اسی سینی ٹوریم کا ایک نوجوان ڈاکٹر تھا۔ "لیکن جیسے ہی دواؤں کا اثر ختم ہوتا ہے وہ پھر تشدد پر اتر آتا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس کا پرتشدد رویہ آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن اس کی دماغی حالت کبھی نارمل نہیں ہو سکے گی۔"

"نہیں، یہ اس کا اپنا ٹونی نہیں تھا۔" کیٹ نے سوچا۔ "یہ وہ نرم مزاج اور منکسر طبیعت والا ٹونی نہیں تھا۔ یہ تو کوئی اور تھا۔ کوئی متشدد اجنبی، جس کے بارے میں یہ باتیں کی جا رہی تھیں۔"

دونوں جڑواں بچیوں کو کیٹ کے مکان میں پہنچا دیا گیا تھا اور ان کے لیے مکان کے ایک حصے میں نرسری قائم کر دی گئی تھی۔ کیٹ نے کئی گورنسوں کا انٹرویو لیا اور بالآخر ایک فرانسیسی عورت سولانگ ڈوناس کو گورنس کے طور پر منتخب کر لیا۔

کیٹ نے پہلے پیدا ہونے والی بچی کا نام ایوا اور چند منٹ بعد پیدا ہونے والی لڑکی کا الیگزانڈرا رکھا۔ ان دونوں کی شکلیں ہو بہو ایک جیسی تھیں۔ انہیں الگ الگ پہچاننا تقریباً ناممکن تھا کیٹ ان دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتی تھی۔ وہ دونوں بے حد خوب صورت بچیاں تھیں اور دونوں ہی تیز اور ذہین معلوم ہوتی تھیں۔

لیکن جلد ہی کیٹ نے محسوس کر لیا کہ ایو الیگزانڈرا کے مقابلے میں زیادہ تیز فہم اور ذہین ہے۔ ایو نے پہلے رینگنا، چلنا اور بولنا سیکھا اور اس کے بعد الیگزانڈرا نے۔ الیگزانڈرا ہر معاملے میں ایو کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتی تھی۔

ایو نے جب سے ہوش سنبھالا، تب سے اس نے الیگزانڈرا سے نفرت کی۔

دونوں بہنوں کے لیے ایک جیسی چیزیں لائی جاتی تھیں، ایک جیسے کھلونے، ایک جیسے کپڑے، اور یہ بات ایو کو سخت ناپسند تھی۔ وہ اپنی ہر چیز میں الیگزانڈرا کو شریک پاتی تھی اور اس سے نفرت کرتی تھی۔ جب کوئی الیگزانڈرا کو گود میں اٹھا لیتا تھا، یا اسے پیار کرتا تھا یا اسے کوئی تحفہ دیتا تھا تو ایو دل ہی دل میں سلگنے لگتی تھی۔ وہ یہ سب کچھ صرف اپنے لیے چاہتی تھی۔ اسے اس بات سے نفرت تھی کہ الیگزانڈرا کی شکل اس کی جیسی کیوں ہے۔ دادی اماں کی محبت میں الیگزانڈرا اس کے ساتھ شریک کیوں ہے۔

لیکن الیگزانڈرا ایو کو پسند کرتی تھی۔ وہ اپنی ہر چیز میں سے ایو کو بہ خوشی حصہ دینے کے لیے تیار رہتی تھی۔ لیکن ایو اس سے مطمئن نہ تھی۔ وہ الیگزانڈرا سے اس کی تمام چیزیں لے لینا چاہتی تھی۔

اپنی پانچویں سالگرہ سے ایو نے الیگزانڈرا کو ہلاک کرنے کی کوشش کی۔

سالگرہ سے ایک رات پہلے جب ایو کو یقین ہو گیا کہ اب سارے لوگ سو چکے ہیں۔ وہ الیگزانڈرا کے بستر کے پاس گئی

URDUMUTRAJUMGROUP

لیسٹر نے ٹونی کی اجڑی اجڑی شکل کو غور سے دیکھا اور آہستہ سے پوچھا۔ ''سب ٹھیک ٹھاک تو ہے مسٹر بلیک ویل؟''

''سب ٹھیک ہے۔'' ٹونی نے جواب دیا۔ ''کیا تم مجھے ایک پیالی کافی بنا دو گے؟''

''یقیناً۔'' لیسٹر نے جواب دیا۔

ٹونی نے لیسٹر کو باورچی خانے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔

''قدم بڑھاؤ ٹونی۔'' کسی اندرونی آواز نے ٹونی کو حکم دیا۔

''ہاں! ابھی اسی وقت!'' ٹونی کے اندر سے ایک آواز ابھری اور ٹونی ٹرافی روم میں داخل ہو گیا۔ وہ اس الماری کے پاس پہنچا جس میں ہتھیاروں کا ذخیرہ رہتا تھا۔

''الماری کھولو ٹونی!'' اس کے اندر کی آواز نے اسے حکم دیا۔

اس نے الماری کھولی اور ہتھیاروں کے ذخیرے میں سے ایک ریوالور کا انتخاب کیا۔ اس نے دیکھ لیا کہ ریوالور بھرا ہوا ہے۔

''وہ اوپر ہو گی ٹونی، اپنے کمرے میں۔'' اندرونی آواز نے اس سے کہا۔

ٹونی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اسے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ اس کی ماں اپنی خرابی کی خود ذمے دار نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دولت کے لالچ اور ہوس نے اسے اندھا کر دیا ہے اور اب وہ اس کا علاج کر دے گا۔ کروگر برینٹ کمپنی نے اس کی ماں کو اس کی روح تک سے محروم کر دیا تھا۔ اور وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ وہ صرف یہ جانتی تھی کہ وہ کیوں کر رہی ہے اس کی ماں اور کمپنی ایک ہو کر رہ گئے تھے اور جب اس کی ماں مر جائے گی تو کمپنی بھی مر جائے گی۔

وہ کیٹ کے بیڈروم کے دروازے پر تھا۔

''دروازہ کھولو۔'' اندرونی آواز نے اسے حکم دیا۔

ٹونی نے جب دروازہ کھولا تو کیٹ لباس تبدیل کر کے باہر آنے کی تیاری کر رہی تھی۔

''ٹونی!'' اس نے حیرت اور خوف کے ملے جلے احساس کے ساتھ کہا۔ ''یہ.... کیا....؟''

وہ اپنا فقرہ پورا نہ کر سکی۔ ٹونی نے ٹریگر دبا دیا۔

کیٹ کے بٹلر کے وحشت ناک فون کے بعد ڈاکٹر ہارلے جب آندھی طوفان کی رفتار سے وہاں پہنچا تو اس نے کیٹ کے بیڈروم میں ایک دل دہلا دینے والا منظر دیکھا۔ کیٹ خون میں لت پت فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کی گردن اور سینے میں گولیوں کے زخم تھے۔ خون بہہ بہہ کر بیڈروم کے فرش کے سفید قالین میں جذب ہو رہا تھا۔ ٹونی وحشیانہ انداز میں اس کی الماریوں میں سے کپڑے نکال کر انہیں قینچی سے کاٹ رہا تھا۔ اور فرش پر پھینکتا جاتا تھا۔ ڈاکٹر ہارلے نے فوراً ایمبولینس کے لیے فون کیا۔ پھر اس نے جھک کر کیٹ کی نبض دیکھی۔ نبض بہت ہلکی تھی، اور کیٹ کا چہرہ نیلا ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے جلدی سے کیٹ کے ایک انجکشن لگایا۔

''بات کیا ہوئی؟'' ڈاکٹر ہارلے نے بٹلر سے پوچھا۔

لیسٹر اس قدر پریشان تھا کہ اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ ''مسٹر بلیک ویل نے مجھ سے کافی بنانے کے لیے کہا۔ میں باورچی خانے میں تھا جب میں نے گولی چلنے کی آواز سنی۔ میں بھاگتا ہوا اوپر آیا اور میں نے مسز ڈیوڈ بلیک ویل کو فرش پر اسی طرح پڑے ہوئے پایا۔ مسٹر بلیک ویل اپنی ماں کے پاس کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اب میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا ممی۔ سب کچھ ختم ہو گیا اور پھر وہ الماری سے کپڑے نکال نکال کر انہیں قینچی سے کاٹنے لگے۔''

''تم کیا کر رہے ہو ٹونی؟'' ڈاکٹر ہارلے نے ٹونی کی طرف مڑ کر پوچھا۔

''میں ممی کی مدد کر رہا ہوں۔'' ٹونی نے جنونی انداز میں ایک کپڑے کو چیرتے ہوئے کہا۔ ''میں کمپنی کو تباہ کر رہا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے مجھے ماریان سے محبت تھی، بہت محبت تھی، مجھے اس سے بہت محبت تھی۔'' اور وہ کپڑے کاٹتا رہا۔

کیٹ کو ایک ایسے پرائیویٹ اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں پہنچایا گیا جو کروگر برینٹ لمیٹڈ کمپنی کی ملکیت تھا۔ گولیاں نکالنے کے لیے آپریشن کیا گیا اور خون دیا گیا۔

تین مرد نرسوں کی مدد سے ٹونی کو ایک دوسری ایمبولینس میں بٹھایا گیا۔ اور وہ بھی اس وقت جب ڈاکٹر ہارلے نے اسے غنودگی لانے والا ایک انجکشن دیا۔ ٹونی پر جنون کی کیفیت طاری تھی اور وہ کسی طرح قابو میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

ایمبولینس والوں نے پولیس کو مطلع کر دیا تھا اور ایک پولیس پارٹی موقع واردات پر پہنچ گئی تھی۔ ڈاکٹر ہارلے نے براڈ راجرس کو بلایا اور پولیس کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا۔

دوسرے دن کے اخبارات میں فائرنگ کے اس واقعے کی کوئی خبر شائع نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر جب انتہائی دیکھ بھال کے یونٹ میں کیٹ کو دیکھنے گیا۔ تو اس وقت کیٹ ہوش میں آ چکی تھی۔ آپریشن کامیاب ہو گیا تھا اور کیٹ کی جان بچا لی گئی تھی۔

URDUMUTRAJUMGROUP

"میرا بیٹا کہاں ہے؟" کیٹ نے کمزور آواز میں ڈاکٹر ہارلے سے پوچھا۔

"وہ خیریت سے ہے۔" ڈاکٹر ہارلے نے کہا۔ "تم اس کے بارے میں پریشان مت ہو۔"

ٹونی کو اس وقت تک دماغی اور نفسیاتی امراض کے ایک پرائیویٹ سینی ٹوریم میں پہنچادیا گیا تھا۔

"ڈاکٹر ہارلے، اس نے مجھے کیوں مارنا چاہا؟" کیٹ کی آواز ناقابل برداشت درد سے بھرپور تھی۔

"وہ تمہیں ماریاں کی موت کا ذمے دار ٹھہراتا ہے۔" ڈاکٹر ہارلے نے کہا۔

"یہ پاگل پن ہے۔" کیٹ نے آہستہ سے کہا۔

"اس کے بارے میں زیادہ مت سوچو کیٹ۔" ڈاکٹر ہارلے نے کہا۔ "تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

ڈاکٹر ہارلے کے جانے کے بعد کیٹ بڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ ہوا وہ سچ تھا۔ اسے یہ سب کچھ کسی بھیانک خواب کی مانند معلوم ہوتا تھا۔ "میں تو ماریان کو پسند کرتی تھی۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ "میں اسے کس طرح ہلاک کرسکتی تھی۔ اور میں اسے اس لیے پسند کرتی تھی کیونکہ ٹونی اسے پسند کرتا تھا۔ میں نے جو کچھ بھی کیا اپنے بیٹے کے لیے کیا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہوسکتا تھا کہ ٹونی بغیر اولاد کے رہے؟ میں تو اسے اولاد کے تحفے سے محروم نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ نہیں، وہ غلطی پر ہے۔ میں نے جو کچھ سوچا ٹھیک سوچا۔"

"کیٹ اپنے ڈارک ہاربر والے سیڈار ہل ہاؤس میں آرام کررہی تھی جہاں اس کی صحت تیزی سے بحال ہورہی تھی۔ ٹونی دماغی و نفسیاتی امراض کے ایک پرائیویٹ سینی ٹوریم میں تھا جہاں اس کی بہترین نگہداشت کی جارہی تھی۔ کیٹ نے پیرس، ویانا، برلن اور لندن سے دماغی اور نفسیاتی امراض کے ماہرین کی ٹیمیں کی ٹیمیں بلوالی تھیں۔ لیکن وہ سب مل کر بھی ٹونی کو اچھا نہ کرسکے۔ اس کا شمار خطرناک پاگلوں میں کیا گیا تھا۔ اور اسے بڑی احتیاط کے ساتھ ایک الگ کمرے میں رکھا گیا تھا۔

"ہم اسے صرف دواؤں کے سہارے پر سکون رکھنے کی کوشش کررہے ہیں۔" ڈاکٹر مورس نے کہا۔ جو اسی سینی ٹوریم کا ایک نوجوان ڈاکٹر تھا۔ "لیکن جیسے ہی دواؤں کا اثر ختم ہوتا ہے وہ پھر تشدد پر اتر آتا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس کا پرتشدد رویہ آہستہ آہستہ ختم ہوجائے گا۔ لیکن اس کی دماغی حالت کبھی نارمل نہیں ہوسکے گی۔"

"نہیں، یہ اس کا اپنا ٹونی نہیں تھا۔" کیٹ نے سوچا۔ "یہ وہ نرم مزاج اور منکسر طبیعت والا ٹونی نہیں تھا۔ یہ تو کوئی اور تھا۔ کوئی متشدد اجنبی، جس کے بارے میں یہ باتیں کی جارہی تھیں۔"

دونوں جڑواں بچیوں کو کیٹ کے مکان میں پہنچادیا گیا تھا اور ان کے لیے مکان کے ایک حصے میں نرسری قائم کردی گئی تھی۔ کیٹ نے کئی گورنسوں کا انٹرویو لیا اور بالآخر ایک فرانسیسی عورت سولانگ ڈوناس کو گورنس کے طور پر منتخب کرلیا۔

کیٹ نے پہلے پیدا ہونے والی بچی کا نام ایو اور چند منٹ بعد پیدا ہونے والی لڑکی کا الیگزانڈرا رکھا۔ ان دونوں کی شکلیں ہوبہو ایک جیسی تھیں۔ انہیں الگ الگ پہچاننا تقریباً ناممکن تھا کیٹ ان دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتی تھی۔ وہ دونوں بے حد خوب صورت بچیاں تھیں اور دونوں ہی تیز اور ذہین معلوم ہوتی تھیں۔

لیکن جلد ہی کیٹ نے محسوس کرلیا کہ ایو، الیگزانڈرا کے مقابلے میں زیادہ تیز فہم اور ذہین ہے۔ ایو نے پہلے رینگنا، چلنا اور بولنا سیکھا اور اس کے بعد الیگزانڈرا نے۔ الیگزانڈرا ہر معاملے میں ایو کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتی تھی۔

ایو نے جب سے ہوش سنبھالا، تب سے اس نے الیگزانڈرا سے نفرت کی۔

دونوں بہنوں کے لیے ایک جیسی چیزیں لائی جاتی تھیں، ایک جیسے کھلونے، ایک جیسے کپڑے، اور یہ بات ایو کو سخت ناپسند تھی۔ وہ اپنی ہر چیز میں الیگزانڈرا کو شریک پاتی تھی اور اس سے نفرت کرتی تھی۔ جب کوئی الیگزانڈرا کو گود میں اٹھالیتا تھا، یا اسے پیار کرتا تھا یا اسے کوئی تحفہ دیتا تھا تو ایو دل ہی دل میں سلگنے لگتی تھی۔ وہ یہ سب کچھ صرف اپنے لیے چاہتی تھی۔ اسے اس بات سے نفرت تھی کہ الیگزانڈرا کی شکل اس کی جیسی کیوں ہے۔ دادی اماں کی محبت میں الیگزانڈرا اس کے ساتھ شریک کیوں ہے۔

لیکن الیگزانڈرا ایو کو پسند کرتی تھی۔ وہ اپنی ہر چیز میں سے ایو کو بہ خوشی حصہ دینے کے لیے تیار رہتی تھی۔ لیکن ایو اس سے مطمئن نہ تھی۔ وہ الیگزانڈرا سے اس کی تمام کی تمام چیزیں لے لینا چاہتی تھی۔

اپنی پانچویں سالگرہ سے ایو نے الیگزانڈرا کو ہلاک کرنے کی کوشش کی۔

سالگرہ سے ایک رات پہلے جب ایو کو یقین ہوگیا کہ اب سارے لوگ سوچکے ہیں۔ وہ الیگزانڈرا کے بستر کے پاس گئی

URDUMUTRAJUMGROUP

اور اسے جگا کر بولی۔ ''چلو باورچی خانے میں چل کر اپنی سالگرہ کے کیک دیکھیں۔''

''مگر سب لوگ سو رہے ہیں۔'' الیگزانڈرا نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

''ہم کسی کو جگائیں گے نہیں۔'' ایو نے کہا۔

''میڈموازیل ڈونا اس بات کو پسند نہیں کریں گی۔'' الیگزانڈرا نے کہا۔ ''ہم صبح کو دیکھ لیں گے۔''

''لیکن میں ابھی دیکھنا چاہتی ہوں۔'' ایو نے کہا۔ ''تم میرے ساتھ چل رہی ہو یا میں اکیلی جاؤں۔''

الیگزانڈرا کو اتنی رات گئے سالگرہ کے کیک دیکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن وہ اپنی بہن کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''میں چل رہی ہوں۔'' اس نے کہا۔

''چلو۔'' ایو نے کہا۔ ''لیکن شور بالکل نہ کرنا۔''

دونوں بچیاں بالکل خاموشی سے نیچے اتر کر باورچی خانے میں چلی گئیں۔ اور ایو نے ریفریجریٹر کھول کر اس میں رکھے ہوئے سالگرہ کے کیک دیکھے جو باورچن مسز بٹلر نے بنائے تھے ان میں سے ایک پر ''ہیپی برتھ ڈے الیگزانڈرا'' اور دوسرے پر ''ہیپی برتھ ڈے ایو'' لکھا ہوا تھا۔

''اگلے سال ایک ہی کیک ہوگا۔'' ایو نے دل میں سوچا۔

ایو نے الیگزانڈرا کا کیک باہر نکال لیا اور باورچی خانے میں ایک دروازہ کھول کر اس میں سے رنگین بتیوں کا ایک پیکٹ نکالا۔

''یہ تم کیا کر رہی ہو؟'' الیگزانڈرا نے پوچھا۔

''میں یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ جب اس پر موم بتیاں جلیں گی تو یہ کیسا لگے گا؟'' ایو نے کہا۔

''یہ بات ٹھیک نہیں ہوگی۔'' الیگزانڈرا نے کہا۔ ''کیک خراب ہو جائے گا۔ مسز بٹلر بہت ناراض ہوں گی۔''

''نہیں' وہ برا نہیں مانیں گی۔'' ایو نے کہا۔ ''آؤ میری مدد کرو۔'' اور اس نے ایک دوسری دراز کھول کر ماچس کی دو بڑی بڑی ڈبیاں نکالیں۔

''میں واپس بستر پر جانا چاہتی ہوں۔'' الیگزانڈرا نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''اچھا جاؤ' ڈرپوک بلی۔'' ایو نے نفرت سے کہا۔ ''میں خود ہی سب کچھ کر لوں گی۔''

''اچھا۔'' الیگزانڈرا نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟''

ایو نے اس کے ہاتھ میں ماچس کی ایک ڈبیا تھما دی۔ ''موم بتیاں جلاؤ۔''

الیگزانڈرا آگ سے خوف زدہ تھی۔ دونوں بچیوں کو اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ وہ کبھی آگ کے پاس نہ جائیں' لیکن الیگزانڈرا ایو کو مایوس بھی نہ کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ وہ ایک موم بتی جلانے لگی۔ ایو کی طرف الیگزانڈرا کی پشت تھی۔ ایو نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ماچس کی ایک تیلی جلائی اور پھر اس تیلی کو ماچس کی دوسری تیلیوں سے لگا دیا۔ ایک دم پوری ڈبیا جلنے لگی۔ اور ایو نے جلد سے اس جلتی ہوئی ڈبیا کو الیگزانڈرا کے پیر کے پاس اس طرح ڈال دیا کہ الیگزانڈرا کا نائٹ گاؤن اس کی زد میں آ گیا۔ اس میں آگ لگ گئی۔ جب الیگزانڈرا نے اپنی ٹانگوں پر تپش محسوس کی تو وہ خوف زدہ ہو کر چلانے لگی۔

ایو نے جلتے ہوئے نائٹ گاؤن کو دیکھا۔ وہ اپنی کامیابی سے مطمئن تھی۔

''ہلنا نہیں۔'' ایو نے آہستہ سے الیگزانڈرا سے کہا۔ ''میں ابھی ایک بالٹی پانی لاتی ہوں۔'' اور اسٹور کی طرف چلی گئی۔

یہ محض ایک اتفاق تھا کہ باورچن مسز بٹلر' جو کسی کے ساتھ باہر گئی ہوئی تھی' عین اسی وقت گھر واپس آ گئی۔ اس نے الیگزانڈرا کی چیخیں سنیں۔ وہ اور اس کا ساتھی' دونوں تیزی سے باورچی خانے میں داخل ہوئے جہاں انہوں نے ہ خوفناک منظر دیکھا۔ مسز بٹلر کے ساتھی نے فوراً الیگزانڈرا کا نائٹ گاؤن نوچ کر پھینکا۔ اس کی ٹانگیں اور کولہے بری طرح جل گئے تھے۔ وہ فرش پر بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بال اور جسم کا سامنے کا حصہ جلنے سے بچے ہوئے تھے۔

مسز بٹلر نے جلدی جلدی ایمبولینس کے لیے فون کیا اور تب اسے اسٹور کی طرف سے ایک چیخ کی آواز سنائی دی۔ اور پھر ایو ادھر سے ایک برتن میں پانی لیے ہوئے دوڑتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ بری طرح سسکیاں لے رہی تھی۔

''کیا الیگزانڈرا مر گئی؟'' ایو نے پوچھا۔ ''کیا وہ مر گئی؟''

مسز بٹلر نے ایو کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ ''نہیں ڈارلنگ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔''

''غلطی میری تھی۔'' ایو نے کہا۔ ''الیگزانڈرا اپنی سالگرہ کے کیک پر موم بتیاں جلانا چاہتی تھی۔ مجھے اس کو ایسا کرنے سے روکنا چاہیے تھا۔''

''کوئی بات نہیں ڈیئر۔'' مسز بٹلر نے ایو کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ''اپنے آپ کو الزام مت دو۔''

''الیگزانڈرا کی ٹانگوں اور پشت پر دوسرے درجے کے جلنے

URDUMUTRAJUMGROUP

کے زخم ہیں۔'' ڈاکٹر ہارلے نے کیٹ کو بتایا۔ ''لیکن وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ کوئی نشان باقی نہیں رہے گا۔ یقین کرو یہ بہت بڑا المیہ ہوسکتا تھا۔''

''مجھے اس کا احساس ہے۔'' کیٹ نے کہا۔ ''لیکن ڈاکٹر ہارلے مجھے اب الیگزانڈرا سے زیادہ ایو کی فکر ہے۔''

''وہ کیوں؟'' ہارلے نے پوچھا۔

''وہ بے چاری بچی اپنے آپ کو الزام دے رہی ہے۔'' کیٹ نے کہا۔ ''وہ کہتی ہے کہ اس نے الیگزانڈرا کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن الیگزانڈرا نے اس کی بات نہیں مانی۔ وہ اپنی سالگرہ کے کیک پر موم بتیاں جلانے پر مصر تھی۔ ایو کہتی ہے کہ اسے ہر قیمت پر الیگزانڈرا کو باورچی خانے میں جانے سے روکنا چاہیے تھا۔''

''یہ ایک عارضی احساس ہے کیٹ۔'' ہارلے نے کہا۔ ''کچھ دن بعد وہ اسے بھول جائے گی۔''

اس واقعے کے دو سال بعد جب دونوں بچیاں بہاماس میں اپنی چھٹیاں منا رہی تھیں' الیگزانڈرا ایو کے ساتھ کھیلتے ہوئے بال بال بچی۔ وہ تقریباً ڈوب ہی گئی تھی کہ ایک مالی نے اسے بچالیا۔ ایو اپنی ناکامی پر سخت جھنجلائی۔ الیگزانڈرا کو اسی نے تالاب میں دھکا دیا تھا۔

اس سے اگلے سال الیگزانڈرا ایک چٹان پر سے گر پڑی جہاں وہ ایو کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ اس نے چٹان کی ڈھلان پر اگی ہوئی ایک جھاڑی کو پکڑ کر اپنی جان بچائی۔

کیٹ پابندی سے ہر ماہ ٹونی کو دیکھنے جاتی تھی جو سینی ٹوریم میں تھا۔ اس کی طبیعت اب اس حد تک سنبھل گئی تھی کہ وہ پرسکون ہو گیا تھا اس میں اب تشدد کی کوئی علامت باقی نہیں رہی تھی لیکن اس کا دماغ اپنی اصل حالت پر واپس نہیں آیا تھا۔ ٹونی اب لوگوں کو پہچانتا تھا۔ وہ کیٹ کو بھی پہچانتا تھا اور اس سے بڑی نرمی سے بات کرتے ہوئے ایو اور الیگزانڈرا کے بارے میں پوچھتا تھا۔ لیکن اس نے کبھی اپنی بچیوں کو دیکھنے کی خواہش نہیں ظاہر کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے کسی بھی چیز سے دلچسپی نہیں رہی ہے۔

کیٹ نے سینی ٹوریم کے سپرنٹینڈنٹ مسٹر برگر سے پوچھا! ''میرا بیٹا سارا دن کیا کرتا رہتا ہے۔؟''

''وہ گھنٹوں بیٹھا ہوا پینٹ کرتا رہتا ہے۔'' برگر نے جواب دیا۔

''میرا بیٹا'' کیٹ نے افسردگی سے سوچا' ''جو اتنی بڑی دولت کا مالک بن سکتا تھا۔ سارا دن بیٹھا ہوا پینٹ کرتا رہتا ہے ....''

''وہ کیا پینٹ کرتا ہے؟'' کیٹ نے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' برگر نے بتایا۔ ''بس کاغذ پر رنگ بھرتا رہتا ہے۔''

شروع شروع میں کیٹ کا خیال تھا کہ ٹونی ٹھیک ہو جائے گا اور وہ سینی ٹوریم سے واپس آ جائے گا۔ لیکن وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ اس کا یہ خواب دھندلاتا گیا۔

۱۹۶۲ء میں کیٹ نے اپنی ستر سالہ سالگرہ منائی۔ اس کے بال اب سفید ہو چکے تھے۔ لیکن اس کی جسمانی توانائی اب بھی قابل رشک تھی وہ کروگر برینٹ کمپنی کے لیے بے تحاشا کام کرتی تھی۔ وہ کمپنی کو اپنے خاندان کے لیے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ براڈ راجرس ایک اچھا منیجر تھا لیکن وہ اس کا اپنا آدمی تو نہیں تھا۔ ''مجھے اس وقت تک زندہ رہنا ہے جب تک کہ میری دو پوتیاں اس کمپنی کی مالک بننے کی عمر کو نہ پہنچ جائیں۔'' کیٹ سوچتی اس وقت ان دونوں لڑکیوں کی عمر بارہ سال کی تھی۔

کیٹ اپنے فرصت کے زیادہ تر اوقات دونوں لڑکیوں کے ساتھ گزارتی تھی۔ لیکن اس کا خیال تھا کہ انہیں مزید توجہ کی ضرورت ہے۔

کیٹ کے لیے ایک اہم فیصلے کا وقت آ گیا تھا۔

دونوں لڑکیوں کی شکلیں ہو بہو ایک جیسی تھیں' لیکن کیٹ کو ان کی شکلوں کی یکسانیت سے زیادہ ان کے ذہنوں کے فرق سے تعلق تھا۔ وہ دونوں لڑکیوں میں واضح فرق محسوس کرتی تھی۔ ایو تیز طرار' چالاک' ہوشیار اور ذہین لڑکی تھی۔ کیٹ اس بات کو محسوس کرتی تھی کہ ایو اپنی بات منوانے کا ڈھنگ جانتی ہے۔ ایو کے اندر خود اعتمادی تھی' عزم اور حوصلہ تھا۔ اس کے مقابلے میں الیگزانڈرا نرم طبیعت کی' منکسر المزاج اور ایک سیدھی سادی سی نیک لڑکی تھی۔ کمپنی کے معاملات سنبھالنے کے لیے جس صلاحیت کی ضرورت تھی' وہ کیٹ کو ایو میں نظر آتی تھی' الیگزانڈرا میں نہیں۔

کیٹ کو یہ فیصلہ کرنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی کہ وہ اپنا اصل وارث کسے بنائے گی۔ اس نے سوچ لیا کہ وہ کروگر برینٹ کمپنی کو ایو کے حوالے کرے گی۔ کمپنی کے اثاثوں کی مالیت اس وقت تقریباً دس بلین ڈالر تھی۔! ''جب وہ ریٹائر ہو جائے گی تو ایو سارا کاروبار سنبھالے گی۔ اور جہاں تک الیگزانڈرا کا تعلق ہے تو وہ اتنی دولت اس کے نام کر دے گی جس سے وہ اپنی ساری زندگی عیش و عشرت کے ساتھ گزار سکے۔ کیٹ نے جو خیراتی فنڈ وغیرہ قائم کیے تھے' الیگزانڈرا ان

URDUMUTRAJUMGROUP

کا کام سنبھالے گی۔ وہ بڑی ہمدرد اور غم گسار طبیعت کی بچی ہے ....'' کیٹ نے سوچا۔

الیگزانڈرا کے ساتھ اب بھی کثر حادثے ہوتے رہتے تھے جن میں وہ کئی بار مرنے سے بال بال بچی۔ کیٹ حیران تھی کہ الیگزانڈرا کے ساتھ بار بار ایسا کیوں ہوتا ہے۔

کچھ دنوں کے بعد دونوں بچیوں کو جنوبی کارولینا کے ایک شان دار اور معیروف اسکول میں بھیج دیا گیا۔ ایو تنہا اس اسکول میں جانا چاہتی تھی' لیکن کیٹ کا فیصلہ تھا کہ الیگزانڈرا اس کے ساتھ جائے گی۔

جب دونوں لڑکیوں کی پندرھویں سالگرہ کا وقت آیا تو کیٹ نے ایک شاندار پارٹی منعقد کی جس میں بہت سے نوجوانوں نے بھی شرکت کی کیٹ کی نظریں اب کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھیں جو آئندہ چل کر ایو کا شوہر بن سکے' کوئی ایسا با صلاحیت' ذہین اور ہوشیار نوجوان جو مستقبل میں کروگر برینٹ کمپنی کے کاروبار کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ ایو اس موقع پر بہت خوش تھی اور وہ بہت سے نوجوان لڑکوں کے جھرمٹ میں اپنے آپ کو کسی ملکہ کی طرح محسوس کر رہی تھی۔

الیگزانڈرا کو پارٹیوں وغیرہ سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ڈارک ہار بر واقع سیڈار ہل ہاؤس میں اپنے باپ کو اس کی بنائی ہوئی تصویروں کو گھنٹوں دیکھا کرتی۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ کاش وہ اپنے باپ کو اس وقت دیکھ سکتی جب کہ وہ بیمار نہیں ہوا تھا۔ اس کا باپ اکثر تعطیلات کے موقع پر سینی ٹوریم کے ایک مردنرس کے ساتھ گھر آتا تھا۔ وہ ان لوگوں کے لیے ایک اجنبی کی حیثیت رکھتا تھا۔ ایک خاموش طبع اور نرم مزاج اجنبی جو کچھ بھی نہیں کہتا تھا' کچھ بھی نہیں بولتا تھا۔ الیگزانڈرا کا نانا' اس کی ماں ماریان کا باپ فریڈرک ہوفین برگ میں رہتا تھا اور کبھی کبھی اپنی نواسیوں سے ملنے آجایا کرتا تھا۔

اسکول کی ہیڈ مسٹریس نے جب کیٹ کو اطلاع دی کہ وہ فوراً کیٹ سے مل کر کچھ ضروری بات کرنا چاہتی ہے تو کیٹ سارے کام چھوڑ کر اس کے پاس پہنچی۔

''ایو ماں بننے والی ہے۔'' ہیڈ مسٹریس نے کیٹ کو بتایا۔

کیٹ کو اپنے پیروں تلے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

ایو نے اپنے انگریزی زبان کے استاد پر الزام لگایا کہ اس نے اس کے ساتھ زبردستی کی تھی۔ استاد کا کہنا تھا کہ ایو خود موقع پا کر اس کے گھر میں گھس آئی تھی اور اس نے اسے مجبور کیا تھا۔ استاد کو اسکول سے نکال دیا گیا اور ایو کو ایک ڈاکٹر نے اس پر پشانی سے نجات دلائی۔ استاد نے جس وقت اس واقعے کی تفصیلات بیان کیں تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ وہ پانچ بچوں کا باپ تھا۔

کیٹ نے دونوں لڑکیوں کو ایک دوسرے اسکول میں بھیج دیا۔

کچھ دنوں بعد اس اسکول کی ہیڈ مسٹریس نے کیٹ کو مطلع کیا کہ ایو کی آوارگیاں اس حد تک بڑھی ہوئی ہیں کہ وہ اسے اپنے اسکول میں نہیں رکھ سکتی' اس لیے وہ اسے اسکول سے خارج کر رہی ہے کیونکہ ایو اسکول کی بدنامی کا باعث بن رہی ہے۔ ایو کے ساتھ الیگزانڈرا بھی گھر آگئی۔

ایو نے گھر آنے کے بعد اپنی دادی کو بتایا کہ دراصل یہ سارا کیا دھرا الیگزانڈرا کا ہے۔ ''الیگزانڈرا میرا نام اختیار کر کے مردوں سے تعلقات رکھتی ہے۔ لوگ ہم دونوں کو الگ الگ بہ مشکل ہی پہچان پاتے ہیں۔ مجھے اس بارے میں معلوم ہے کہ الیگزانڈرا.... میرا مطلب ہے دادی اماں.... وہ ہمیشہ غیر مطمئن رہتی ہے۔'' ایو کی آواز سرگوشی میں بدل گئی اور اس نے اپنی پلکیں جھکا لیں۔ ''لیکن دادی اماں تم الیگزانڈرا سے اس کے بارے میں کچھ نہ کہنا۔''

کیٹ شش و پنج میں تھی کہ ایو کی بات کو صحیح مانے یا نہ مانے۔ اسے الیگزانڈرا سے اس قسم کے رویے کی توقع نہیں تھی۔

اس سے اگلے دن مسز ونڈر لیک نے کیٹ کو فون کیا۔ وہ ایک ایسی عورت تھی جس سے کیٹ معمولی طور پر واقف تھی۔

''میں نے تمہاری ایک پوتی کو چند منٹ پہلے کاؤنٹ الفریڈ کے ساتھ ایک ہوٹل سے نکلتے دیکھا ہے۔'' مسز ونڈر لیک نے کہا۔ ''وہ دونوں وہاں سے چھپ کر نکل رہے تھے۔''

''کاؤنٹ الفریڈ..... ایک شادی شدہ پچاس سالہ مرد.....''

کیٹ کے دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں۔ اسے معلوم تھا کہ الیگزانڈرا گھر پر ہے۔ ایو باہر تھی۔ ایو جب واپس آئی تو کیٹ کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ شاپنگ کے لیے گئی تھی۔ اس نے الفریڈ کے ساتھ اپنی ملاقات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

''کیا تم کاؤنٹ الفریڈ کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں تھیں۔'' کیٹ کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔

ایو کا سر چکرانے لگا۔ ایسا کیونکر ممکن ہو سکا؟ دادی جان کو فوراً ہی اس بات کا پتا کیونکر چل گیا؟

''دادی جان وہ مجھے راستے میں مل گیا....'' ایو نے چالاکی سے کہا۔ ''اس نے میرے ساتھ زبردستی کی....''

''بند کرو یہ اداکاری۔'' کیٹ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ دونوں لڑکیوں کے بچپن سے لے کر اب تک کے واقعات کیٹ

URDU DIGEST GROUP

کی نظروں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ الیکزانڈرا کے ساتھ پیش آنے والے پے در پے حادثات' اسکول میں ایو کا اپنے ٹیچر پر الزام لگانا اور پھر آوارگی کے الزام میں اس کا اسکول سے نکالا جانا اور اس کا الیکزانڈرا کو مورد الزام قرار دے دینا.... کیٹ کی نظروں کے سامنے سے سارے پردے ہٹتے جا رہے تھے۔ اس نے ایو کا اصل روپ دیکھ لیا تھا۔

''میں تمہیں بلیک ویل خاندان کی عزت کو سر عام نیلام کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی' تم ایک فاحشہ ہو۔ شاید میں یہ بھی برداشت کر لیتی۔ لیکن تم ایک فاحشہ ہونے کے ساتھ ساتھ فریبی' مکار دھوکے باز اور جھوٹی بھی ہو۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ میں تمہیں عاق کرتی ہوں۔''

کیٹ نے اسی دن ایو کو عاق کر کے گھر سے نکال دیا۔ اس نے اپنی وصیت نئے سرے سے ترتیب دی جس میں اس نے الیکزانڈرا کو اپنا وارث قرار دیا اور ایو کے لیے ڈھائی سو ڈالر فی ہفتہ کا ایک الاؤنس مقرر کر دیا۔ لیکن ایو کو اس کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ ایو اسی دن گھر سے چلی گئی۔

کچھ برسوں کے بعد ایو نے ایک پلاسٹک سرجن سے شادی کر لی لیکن وہ دوسرے مردوں سے بھی تعلقات رکھتی تھی۔ اس کے شوہر نے جو پلاسٹک سرجری کا ماہر تھا۔ اس کی حسین شکل بگاڑ دی۔ اس لیے کہ وہ اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور اسے یقین تھا کہ اب ایو اسی کی ہو کر رہے گی اور اس کا سوچنا ٹھیک تھا!

الیکزانڈرا نے ایک ماہر نفسیات سے شادی کر لی۔ کیٹ چاہتی تھی کہ الیکزانڈرا کسی ایسے شخص سے شادی کرے جو کاروباری ذہن رکھنے والا آدمی ہوتا کہ وہ کروگر برینٹ کمپنی کو سنبھال سکے لیکن اسے بادل ناخواستہ الیکزانڈرا کی پسند کو قبول کرنا ہی پڑا۔ الیکزانڈرا کے شوہر پیٹر نے صاف کہہ دیا کہ وہ کاروبار کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور کمپنی سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہتا۔ وہ انسانی ذہن کو پڑھنے کا کام کرتا ہے اور اسے اپنا کام پسند ہے وہ اکاؤنٹ کی کتابیں نہیں پڑھنا چاہتا ایک سال بعد الیکزانڈرا کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے رابرٹ رکھا۔

کیٹ کی نوے سالہ سالگرہ کی تقریب ختم ہو چکی تھی۔ اور.... خاندان کے افراد اس کے گرد جمع تھے۔ ٹونی' ایو الیکزانڈرا' ان دونوں کے شوہر اور ننھا رابرٹ۔

''یہ ہے میرا خاندان۔'' کیٹ نے افسردگی سے سوچا۔'' ایک جنونی قاتل بیٹا۔ ایک فاحشہ پوتی جس کے شوہر نے اس کی شکل بگاڑ دی' ایک احمق پوتی' اور اس کا احمق شوہر' جو اکاؤنٹ کی کتابیں پڑھنے کے بجائے انسانی دماغ کو پڑھنا زیادہ پسند کرتا ہے اور یہ ننھا رابرٹ' کروگر برینٹ کا اگلا وارث....''

رابرٹ اپنی ماں کی دادی کے پاس آ گیا اور کیٹ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''تمہاری سالگرہ کی پارٹی بہت شاندار رہی۔ دادی اماں۔'' ننھے رابرٹ نے کہا۔

''شکریہ رابرٹ۔'' کیٹ نے کہا۔'' تمہاری پڑھائی کا کیا حال ہے؟''

''میں اپنی کلاس میں سب سے آگے ہوں۔'' رابرٹ نے فخر سے کہا۔'' مجھے میوزک میں تو خاص طور سے سب سے زیادہ نمبر ملتے ہیں۔''

''رابرٹ کہتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر موسیقار بنے گا۔'' رابرٹ کے باپ پیٹر نے کیٹ سے کہا۔'' اس کے اساتذہ کہتے ہیں کہ اس کے اندر ایک اعلا درجے کا موسیقار بننے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ رابرٹ کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو پیٹر۔'' کیٹ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔'' میں اب بہت بوڑھی ہو چکی ہوں۔ اور مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں کسی معاملے میں مداخلت کروں۔ ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔''

کیٹ نے ایک آخری نظر اپنے بیٹے ٹونی پر ڈالی جو خالی خالی نظروں سے خلا میں گھور رہا تھا اور اٹھ کھڑی ہوئی.....

''کروگر برینٹ کمپنی کو کون چلائے گا؟'' اپنی نوے سالہ سالگرہ کے موقع پر وہ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی!

☆☆☆

URDU DIGEST GROUP